ماہنامہ محدث بنارس

www.mohaddis.org

سرپرست
عبداللہ سعود بن عبدالوحید

مدیر
مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی

معاون مدیر
مولانا عبدالمتین مدنی

عدد مسلسل: ۳۶۴

جلد: ۳۲ ، شمارہ: ۴

جمادی الآخرۃ ۱۴۳۵ھ = اپریل ۲۰۱۴ء

اس شمارہ میں

۱-درس قرآن	عبداللہ سعود بن عبدالوحید	۲
۲-درس حدیث	مولانا عبدالمتین مدنی	۳
۳-افتتاحیہ	مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی	۴
۴-حلال اور حرام کا اسلامی تصور	ڈاکٹر عبدالرحمٰن السدیس	۸
۵-توہین رسالت اور شریعت	محمد اسلم مبارک پوری	۱۸
۶-مہذب لباس کی اہمیت وافادیت	مولانا اسرارالحق قاسمی	۲۳
۷-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر	مولانا عبدالسلام مدنی	۲۶
۸-کیا دین عقل پر مبنی ہے؟	ابوطلحہ محمد ابراہیم سلفی	۲۸
۹-ایصال ثواب کے مشروع......	یاسر اسعد بن اسعد اعظمی	۳۰
۱۰-فرقہ نُصَیریَّہ: ایک تعارف	ضمیر احمد خان شفیق احمد خان سلفی	۳۶
۱۱-فارغین طلبہ سے ارباب......	افروز عالم ذکراللہ	۴۰
۱۲-پلاسٹک کی رنگین تھیلیوں......	ڈاکٹر عبیدالرحمٰن	۴۳
۱۳-عالم اسلام	ظل الرحمٰن سلفی	۴۵
۱۴-اخبار جامعہ	ادارہ	۴۶
۱۵-باب الفتاوی	مولانا نورالہدی سلفی	۴۷

بدل اشتراک

- ہندوستان: **150** روپئے
- بیرون ممالک: **40** ڈالر
- فی شمارہ: **15** روپئے

اشتراک کے لیے ڈرافٹ مندرجہ ذیل نام سے بنوائیں

Name: **DAR-UT-TALEEF WAT-TARJAMA**
Bank: **ALLAHABAD BANK**
KAMACHHA, VARANASI
A/cNo.2**1044906358**
IFSC Code: ALLA0210547
SWIFT Code: ALLAINBBVAR

مراسلت کا پتہ

Darut Taleef Wat Tarjama
B.18/1-G, Reori Talab,
Varanasi - 221010

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

درس قرآن

ان دوفرقوں میں سے امن کا کون زیادہ مستحق ہے اگر تم جانتے ہو؟ (سورہ انعام:۸۱)

(اہل الرائے یا اہل الحدیث)

(۲۲)

عبداللہ سعود بن عبدالوحید

مذکورہ بالا کتابیں اوران جیسی سیکڑوں دیگر تصنیفات، جن میں حدیث رسول کے بیان کرنے والے راویوں کے حالات قلمبند کئے گئے اور بہت سے علماء ومحدثین نے ضعیف وموضوع روایات پر الگ سے کتابیں لکھیں۔ ان کے علاوہ قرآن وحدیث کے معانی ومفہوم کو سمجھنے کے لیے علم النحو والصرف اور بلاغت ولغت پر کام ہوا جو مسلمانوں کا خاصہ اورامتیاز ہے، ایسا کام دنیا کے کسی دیگر مذہب میں نہیں ہوا۔ یہ سب صرف اس لیے ہے کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور اسلام کے احکام ومسائل، عبادات وآداب، اصول وضوابط جو قرآن وحدیث میں محفوظ ہیں، ان میں کھرے اور کھوٹے کی پہچان ہوسکے، اور کوئی دنیا پرست اس میں اپنی طرف سے کچھ خلط ملط نہ کرسکے۔ اگر فرض کرلیا جائے کہ امت چار امام کی تقلید پر اجماع کرچکی ہے، تو پھر علماء ومحدثین کا ان علوم سے اعتناء کیوں رہا اور اس جیسی علمی وتحقیقی محنت، جس میں اسلام کی بنیاد قرآن وحدیث کو غیر کے اقوال سے الگ رکھنے کا اہتمام کیا گیا، اس کی کیا ضرورت تھی؟

دوسری طرف اصحاب الرائے اور ائمہ کے مقلدین ہیں جنہوں نے اپنے اپنے مسلک کے مطابق فقہ کی کتابیں مرتب کیں اور ان فقہ کی کتابوں میں جو مسائل بیان کئے گئے: یہ واجب ہے، یہ مستحب ہے، یہ مباح ہے، یہ حرام ہے، یہ مکروہ ہے، یہ مکروہ تنزیہی ہے، وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب اصطلاحات کب ایجاد ہوئیں؟ کیا صحابہ کرام کے دور میں ایسا پایا جاتا ہے، وہاں تو یہ ملتا ہے: ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (سورہ حشر:۷) رسول جو کچھ بھی دیں اس کو لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے خطبہ دیا، آپ نے فرمایا: "أيها الناس قد فرض الله عليكم الحج فحجوا" اے لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے تو تم لوگ حج کرو۔ ایک صحابی نے سوال کیا: "أكل عام يا رسول الله" کیا ہر سال ہے اے اللہ کے رسول، آپ ﷺ خاموش رہے، یہاں تک کہ جب اس نے تیسری بار سوال کیا تو آپ نے فرمایا: اگر میں "نعم" ہاں کہہ دیتا تو ضروری ہوجاتا اور تم لوگ کر نہ سکتے، ثم قال: ذروني ما تركتكم، فإنما هلك من كان قبلكم بكثرة سؤالهم واختلافهم على أنبياء هم، فإذا أمرتكم بشيء فأتوا منه ما استطعتم وإذا نهيتكم عن شيء فدعوه" (صحیح مسلم:۱۳۳۷) پھر آپ ﷺ نے فرمایا: میں جو کچھ چھوڑ دوں، بیان نہ کروں اس کو مت کریدو، کیونکہ تم سے پہلے کے لوگ اسی کثرت سوال اور اپنے انبیاء کے بارے میں اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے ہیں۔ میں تم لوگوں کو جب کوئی کام کرنے کا حکم کروں تو تم اپنی استطاعت کے مطابق عمل کرو، اور جب میں تم کو کسی چیز سے منع کروں تو اس کو چھوڑ دو۔ یہ اللہ کے رسول محمد ﷺ کی ہدایت ہے۔

اس کے برخلاف فرضی مسائل کا بیان اور مسائل میں مراتب، فقہ کی دین ہے، جس نے تابعداری اور اطاعت رسول میں امت کو تساہلی میں ڈال دیا، ان مسائل اور مراتب کے بیان میں بھی مختلف اماموں سے مختلف اقوال منسوب ہیں، جن کے مقلدین نے اپنے اپنے مسلک کی تائید میں دوسرے کو مرجوح اور غلط ثابت کرنے کی کوشش کی، اور اس نزاع میں مسلمانوں نے اپنا کافی وقت ضائع کیا۔ ایک امام کے مقلد اگر صحیح ہیں تو دوسرا کیوں نہیں؟ مسائل میں سخت اختلاف مگر تقلید کے جواز کے لیے چاروں مقلدین صحیح ہیں۔ یہ کہاں کی منطق ہے؟ اور یہ کیسا اسلام ہے؟ ☆

(جاری)

درس حدیث

سب سے پاکیزہ کمائی

مولانا عبدالمتین مدنی

عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قِيلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَيُّ الْكَسْبِ أَطْيَبُ؟ قَالَ: عَمَلُ الرَّجُلِ بِيَدِهِ، وَكُلُّ بَيْعٍ مَبْرُوْرٍ. (مسند احمد ح:۱۷۲۶۵، واسنادہ حسن)

ترجمہ: حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسی کمائی سب سے عمدہ ہے؟ آپ نے فرمایا: آدمی کے اپنے ہاتھ کی کمائی اور ہر قسم کی تجارت جو گناہ سے پاک ہو۔

اسلام ایک عملی مذہب ہے، وہ عمل کرنے والوں کو سراہتا اور ان کی ہمت افزائی کرتا ہے، اس مادی دنیا میں بھی جہد و سعی کرنے والوں کو ترجیح اور امتیاز حاصل ہے، وہ انسانی معاشرہ کے ساتھ ساتھ اسلام کی نظر میں بھی قابل قدر ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی سیرت کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ معاش کے سلسلہ میں دوسروں کے دست نگر نہیں رہے، بلکہ کسی نہ کسی پیشہ کو اپنے معاش کا ذریعہ بنایا۔ بعض انبیاء تو دین و دنیا دونوں کی امامت کے منصب پر سرفراز ہونے کے باوجود اپنا گذر بسر اپنی کمائی سے کیا کرتے تھے۔ اللہ رب العالمین نے اس بات کو مدح وستائش کے پیرایہ میں بیان کرکے یہ پیغام دیا ہے کہ سربراہ اور حاکم وقت ہونے کے باوجود اپنے گذارے کے لیے اپنی کمائی پر انحصار کرنا کتنی فضیلت وعزیمت کی بات ہے۔

مذکورہ بالا حدیث میں اسی بات کی ترغیب دی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ اشارہ بھی دیا گیا ہے کہ سب سے زیادہ پاکیزہ اور بابرکت کمائی وہ ہے جو اپنے ہاتھ کی ہو، خواہ وہ صنعت وحرفت یا زراعت سے حاصل ہو، شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سب سے زیادہ محنت طلب کام ہے۔ نیز انسانی زندگی اور تمدن کی بنیاد بھی اسی پر قائم ہے۔ ہم اپنی روزمرہ کی ضروریات پر نظر ڈالیں کھانا، کپڑا، مکان اور ان جیسی دوسری بنیادی چیزوں کو ہمیں وہی جفاکش لوگ فراہم کرتے ہیں جنہیں ہم مزدور یا کاشتکار کہتے ہیں۔ تو جو طبقہ سب سے زیادہ محنت اور خون پسینہ بہا کر انسانی معاشرہ کو سب سے اہم ضروریات فراہم کرے تو اس کی کمائی سب سے عمدہ اور بابرکت کیوں نہ ہوگی؟

یہ دنیا اگرچہ ایسے لوگوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اپنے پیشہ کے اعتبار سے یہ افراد معاشرہ کے اہم ترین لوگ ہیں، اس لیے کہ اگر یہ اس پیشہ کو ترک کرکے کسی اور پیشہ سے منسلک ہوجائیں تو نظام عالم درہم برہم ہوجائے اور روئے زمین پر انسانی زندگی کا ہی خاتمہ ہوجائے۔

کاروباری زندگی میں عام طور پر ہر شخص نفع کے پیچھے بھاگتا ہے، ایسے ذرائع اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہے جو زیادہ سے زیادہ فائدہ مند ہو اور جس میں نقصان کا امکان بھی کم سے کم ہو، یہ بات شرعاً ممنوع نہیں، لیکن اس سے پہلے ہر مسلمان کو

(بقیہ صفحہ ۲۹ پر)

افتتاحیہ

ہندوستان میں عصمت دری کی بڑھتی ہوئی شرح اوراس کے عوامل

محمدابوالقاسم فاروقی

گذشتہ چند سالوں میں پوری دنیا میں عصمت دری کے واقعات میں اس قدر برق رفتاری سے اضافہ ہوا ہے کہ چھوٹے، بڑے، امیراورغریب ممالک سبھی بوکھلا گئے۔ پُرتشدد عصمت دری کی بڑھتی ہوئی شرح کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ یواین او کی ایک رپورٹ کے مطابق 65 ممالک میں 250000 سالانہ عصمت دری یا عصمت دری کی کوشش کے مقدمات درج کیے جاتے ہیں۔ امریکہ جس کی آبادی 300 ملین ہے، 2011 میں وہاں 83425 عصمت دری کے مقدمات درج کیے گئے، یعنی ہر 6.2 منٹ میں ایک عورت کی عصمت دری کی گئی۔

2012ء میں دلی میں ایک طالبہ کی اجتماعی عصمت دری کی گئی اور پھر بڑی بے دردی سے اسے زخمی کیا گیا، علاج کے لیے اسے سنگاپور بھیجا گیا مگر وہ جانبر نہ ہوسکی۔ اس واقعے نے ہندوستانی عوام کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ اس کی گونج اقوام متحدہ، یورپین ممالک اور امریکہ میں بھی سنائی دی۔ ریپ کی بڑھتی ہوئی شرح کے سدباب کے لیے مباحثے اور مذاکرے شروع ہوگئے، جو ہنوز جاری ہیں۔ مذکورہ واقعے کو محض اس بنا پر شہرت ملی کیوں کہ یہ واردات دارالحکومت میں انجام دی گئی، نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں میں غصے کا لاوا پھوٹ پڑا جسے انتظامیہ کو کنٹرول کرنا مشکل ہوگیا۔ میڈیا نے بھی اسے بھرپور کوریج دی، حالاں کہ ہندوستان کے طول وعرض میں اس قسم کے بے شمار واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں، خاص طور سے فرقہ وارانہ فسادات میں اس سے کئی گنا زیادہ درندگی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے، حال ہی میں مظفرنگر کے فساد میں 13 عصمت دری کے واقعات رجسٹرڈ کیے گئے۔ بہت سی خواتین نے بدنامی کے ڈر سے خاموشی اختیار کرلی۔

گذشتہ سات آٹھ سال میں ریپ کے واقعات میں حیرت انگیز اضافہ ہوا، ٹائمز آف انڈیا 8 دسمبر 2012ء کے مطابق گذشتہ تین سالوں میں 70 فیصد ریپ میں اضافہ ہوا ہے۔ نیشنل کرائم بیورو کارڈ 2006 سے 2011 کے اعداد وشمار کچھ اس طرح ہیں: 2006 میں 18082، 2007 میں 20096، 2008 میں 20953، 2009 میں 20804، 2010 میں 21603، 2011 میں 23532 ریپ کے واقعات رجسٹرڈ ہوئے، 2011 میں سب سے کم سکم میں 16 کیسز درج کیے گئے، مدھیہ پردیش میں سب سے زیادہ 3406 کیس درج ہوئے، 2012 میں پورے ہندوستان میں 24923 مقدمات درج ہوئے، جس میں 24470 عورتوں کی عصمت دری کے مجرم قریبی رشتہ دار یا پڑوسی تھے۔ گویا 98 فیصد کیسز میں مجرم پڑوسی یا رشتہ دار پائے گئے۔ 2012 میں ہر 20 منٹ پر ایک عصمت دری کی گئی۔ نیشنل کرائم بیورو کی

رپورٹ کے مطابق 1990 سے 2008 کے دوران ریپ میں دگنا اضافہ ہوا۔ یہ اعداد و شمار ان واقعات کے ہیں جو تھانوں میں مندرج ہوئے، جب کہ عصمت دری کے زیادہ تر واقعات پولیس تک نہیں پہنچ پاتے اور ان پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ بدنامی کا ڈر، شادی رک جانے کا اندیشہ اور مستقبل کی تباہی کا خطرہ ہوتا ہے یا مجرمین کی دھمکیاں ہوتی ہیں۔ آج کل تو باقاعدہ عصمت دری کی موبائل سے ویڈیو گرافی کر لی جاتی ہے اور پولیس سے رابطہ کرنے پر ویڈیو کو انٹرنیٹ پر ڈالنے یا ایس ایم ایس کے ذریعہ عام کرنے کی دھمکیاں دی جاتی ہیں، ان وجوہ کی بناء پر متاثرہ لڑکی اور اس کے گھر والے خاموش رہنے ہی میں عافیت سمجھتے ہیں، اگر متاثرہ اور اس کے گھر والے ایف آئی آر درج کرانے کی ہمت کرتے ہیں تو پولیس اس کی تحقیق میں کوئی خاص دلچسپی نہیں لیتی ہے یا مجرم اپنے اثر و رسوخ کو استعمال کر کے معاملہ دبا دیتا ہے، نتیجتاً مجرمین گرفت میں آنے سے بچ جاتے ہیں اور ان کے حوصلے بڑھ جاتے ہیں۔

ہندوستان میں عورتوں کا تحفظ اور ان کی عزت و آبرو کی حفاظت لاینحل مسئلہ بن چکا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ عصمت دری اور چھیڑ خانی سے بچاؤ کے لیے سخت قانون موجود نہیں ہے۔ 2005 میں The Protection From Domestic Violence Act بنایا گیا، 2006 میں مرکز میں اس قانون کا نفاذ ہوا اور 2007 میں بیک وقت 28 صوبوں میں اسے نافذ کیا گیا، دہلی کے واقعہ کے بعد حکومت کو اس قسم کی واردات کے سدباب کے لیے فوراً حرکت میں آنا پڑا، 9 ستمبر 2013ء میں مرکزی حکومت نے ایک سخت قانون The Sexual Harassment of Women at Work Place (Prevetion, Prohibition And Redressal کے نام سے پاس کیا، ان سخت قوانین کے باوجود عصمت دری کے واقعات میں کوئی کمی نہیں آئی، اس کے بعد ''تہلکہ کے سابق ایڈیٹر ترون تیج پال کا واقعہ، سپریم کورٹ کے ایک سابق جج کا واقعہ ٹی وی پر چھایا رہا۔ حقیقت یہ ہے کہ صرف قانون بنا دینا کافی نہیں ہے بلکہ اس کا عملی نفاذ بھی ضروری ہے، ''بہتر قانون بدتر نفاذ'' ہی مجرموں کا حوصلہ بڑھاتا ہے۔ دہلی گینگ ریپ کا کلیدی مجرم رام سنگھ نے اپنا جرم انجام دینے کے بعد ساتھیوں سے کہا تھا ''گھبرانے کی بات نہیں کچھ نہیں ہوگا'' اس نے کچھ غلط نہیں کہا تھا، بھارت میں 2001ء سے 2010ء تک عصمت دری کے واقعات میں صرف 26 فیصد اور اسی وقفہ میں دلی میں چار میں ایک مجرم کو سزا ملی۔ (دی ہندو 5/2/2014: روچیرا گپتا)

فاسٹ فوڈ کلچر کی طرح عصمت دری کے واقعات بھی ہندوستانی کلچر کا ایک حصہ بنتے جا رہے ہیں جسے ریپ کلچر کا نام دیا گیا۔ ریپ کے حقیقی مجرم تو وہ لوگ ہیں جو اس کلچر کی تشکیل کر رہے ہیں، رام سنگھ، اس کے ساتھی اور اس جیسے لوگ تو صرف بساط کے مہرے ہیں۔ عصمت دری کے سیلاب کو روکنا ہے تو ان کے عوامل اور محرکات پر باندھ باندھنا ہوگا، ان کی جڑوں کو کاٹنا ہوگا۔ اگر ایسا نہیں کیا گیا تو فحاشی اور اباحیت کے طوفان میں ہندوستانی سماج غرق ہو جائے گا۔ خاندان بکھر جائیں گے، عورتوں کی ناموس لٹتی رہے گی، وہ تیزاب اور جلتے ہوئے شعلوں کی بھینٹ چڑھتی رہیں گی، سرد ہواؤں سے بچنا ہے تو دروازوں، کھڑکیوں اور روشن دان کو بند کرنا ہوگا۔

بڑھتے ہوئے جنسی جرائم ، پرتشدد عصمت دری کے واقعات کے عوامل ومحرکات کیا ہیں،اس بارے میں سیاسی لیڈروں ، مذہبی رہنماؤں، دانش وروں اور سماج کے مختلف طبقات کی الگ الگ رائے ہے۔ میری نظر میں مختلف عوامل مل کر انارکی کی ایسی فضا بنا رہے ہیں، جس میں عورت کی حیثیت ایک کھلونے سے زیادہ نہ ہو، ان میں سے بعض بین الاقوامی ہیں اور بعض مقامی ہیں، لیکن سب باہمی طور پر اس طرح مربوط ہیں کہ ان کو ایک دوسرے سے علاحدہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ مشہور ماہر سماجیات آشیش آنندی نے آر ایس ایس سر سنگھ چالک موہن بھاگوت کے ایک بیان کی تائید کرتے ہوئے ''تہلکہ'' سے ایک انٹرویو میں کہا کہ ''عصمت دری کے واقعات اور جدیدیت (Modernisation) وشہر کاری (Urbbnisation) میں گہرا تعلق ہے۔ اگر یہی حال رہا تو مستقبل میں عام شہروں اور میٹرو پولیٹن شہروں میں پُر تشدد عصمت دری کے واقعات کی کثرت ہوگی۔ ''دی وال اسٹریٹ جرنل'' نے دہلی کے مختلف طبقوں سے تعلق رکھنے والے 100 شہریوں سے عصمت دری کی کثرت کی وجہ پوچھی تو 33 آدمیوں نے عورتوں کی عزت واحترام کی کمی کو ذمہ دار ٹھہرایا۔ 34 آدمیوں نے کہا کہ قانون اور اس کے نفاذ میں خلا سب سے اہم سبب ہے۔ 26 نے مغربی تہذیب کو مورد الزام بتلایا۔ 7 اشخاص نے دوسرے اسباب بتلائے۔ ذیل میں ہم ان ٹھوس عوامل کا ذکر کر رہے ہیں جو پُر تشدد جنسی واقعات کے پس پردہ کار فرما ہیں۔

۱- پورنوگرافی (Pornography):

پورنوگرافی کا معنی ہے فحش نگاری، جنسی ہیجان مہیا کرنا موجودہ دور میں پورنوگرافی اس مطبوعہ یا مرئی مواد کو کہتے ہیں، جسے جنسی اشتعال اور ہیجان پیدا کرنے کے لیے مہیا کیا جائے۔ دراصل جنسی فطری اور غیر فطری عمل کو جدید ٹکنالوجی مثلا بلیو فلم، ویڈیو، موبائل، ایس ایم ایس، انٹرنیٹ اور فحش میگزین کے ذریعہ دکھایا جاتا ہے۔ اس کی توسیع میں سب سے زیادہ دخل گلوبلائزیشن کا ہے جو ہر اس شئ کو صنعت میں تبدیل کرنا چاہتا ہے جو نفع بخش ہو خواہ وہ اچھی ہو یا بری، صحت کے لیے سودمند ہو یا مضرت رساں، سماج کو آباد کرنے والی ہو یا برباد کرنے والی ہو۔ اسے مستقل انڈسٹری کی شکل دینے کے لیے ایسے وسائل اختیار کیے جاتے ہیں کہ لوگ خود بخود اسے خوش آمدید کہتے ہیں اور اپنی تہذیب کا حصہ بنا لیتے ہیں، شراب، خنزیر کا گوشت، سگریٹ اور دیگر نشہ آور اشیاء کی مثال ہمارے سامنے ہے۔

ہندوستانی قانون نے پورنوگرافی کی صنعت کو ابھی تک قبول نہیں کیا ہے، لیکن خواب گاہوں اور خلوت کدوں میں اسے دیکھنے کی اجازت دی ہے۔ غیر قانونی ہوتے ہوئے بھی پورنوگرافی کی وبا یہاں عام ہو چکی ہے، جنوبی ہند میں ایک بلین سے زیادہ روپیہ اس صنعت میں لگا ہوا ہے۔ انٹرنیٹ نے اسے ہر جگہ پھیلا دیا ہے، آپ کوئی بھی سائٹ کھولیں سب سے پہلے پورن کا اشتہار نظر آئے گا۔ موبائل پر بچے گیم ڈاؤن لوڈ کرتے ہیں تو ساتھ میں پورن ویڈیو کلپ لوڈ ہو جاتی ہے۔ کسی بھی سی ڈی پارلر میں چلے جایئے تھوک کے حساب سے بلیو فلموں کی سی ڈی مل جائے گی۔ ظاہر ہے ان ہیجان خیز اور اشتعال انگیز فلموں کے دیکھنے کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ انڈیا ٹوڈے کے مطابق 2010 سے 2012 کے دوران گوگل پر لفظ ''پورن'' کی سرچ دوگنی بڑھ گئی ہے۔ IMRB (Indian Market Research Bureau) کے دہلی کے ایک پبلک اسکول کا 2011 میں

سروے کیا، اس نے 47 فیصد بچوں کو روزانہ پورن کے موضوع پر باتیں کرتے ہوئے پایا۔ نیشنل کرائم بیورو کے مطابق ہندوستان کے سائبر کرائم میں پورن سرفہرست ہے۔

ہندوستان میں پورنوگرافی کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ سیاست داں جو عوام کا رول ماڈل ہوتے ہیں وہ بھی بڑے چاؤ سے اسے دیکھتے ہیں، کرناٹک کے تین وزراء کو اسمبلی میں بلیو فلم دیکھتے ہوئے پایا گیا اور انہیں مستعفی ہونا پڑا۔ اب تو فلمی صنعت کے دروازے پر بھی پورنوگرافی دستک دینے لگی ہے، 2011ء میں کلر چینل کے مشہور سیریل ''بگ باس'' میں کنیڈین نژاد پورن اسٹار سنّی لیون کو داخلہ ملا، جس کا شدید ردعمل سامنے آیا۔ دہلی کی رہنے والی انجلی کارا بنکاک میں مشہور پورن ایکٹرس بن چکی ہے اور اسے اپنے پیشے پر فخر ہے۔

اس وقت امریکن کمپنیاں پوری جدو جہد میں مصروف ہیں کہ وہ ہندوستان جیسی بڑی آبادی والے ملک کو وہ اپنا مرکز بنالیں۔ ایشیا میں تھائی لینڈ اس وقت پورنوگرافی کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ آثار بتارہے ہیں کہ آج نہیں تو کل انھیں ہندوستان میں اپنی انڈسٹری قائم کرنے کی آزادی مل جائے گی۔

۲- جدیدیت (Mordernization) لارڈ میکالے جب مجلس قانون ساز کا ممبر بن کر ہندوستان آیا تو اس نے یہاں کے ذریعۂ تعلیم کے لیے انگلش کو چُنا، اس کا مقصد تھا کہ اس طرح ایسٹ انڈیا کمپنی کو وفاداروں کا ایک طبقہ مل جائے گا اور مغربی تہذیب کو پھیلنے پھولنے کا موقع ملے گا، اس کی کوشش رنگ لائی اور مشرقی ومغربی تہذیب کے تصادم کا آغاز ہوگیا، آج جب ہم اکیسویں صدی میں داخل ہوچکے ہیں، مغربی تہذیب پورے ہندوستان کو اپنے شکنجے میں کس چکی ہے، مشرقی قدریں دم توڑ رہی ہیں، مغربیت کے قیمتی اصولوں کو تو ہم نے چھوڑ دیا اور ان بُرائیوں کو زیادہ اپنایا جو فحاشی کو فروغ دینے والی اور مشرقی سماج کو برباد کرنے والی ہیں۔

مغربیت کے جنون میں سب سے زیادہ نقصان عورتوں کا ہوا، انھوں نے آزادی نسواں کے نام پہ اپنا سب کچھ کھودیا ایک پرسکون اور خوش وخرم خاندان بنانے والی، بچوں کی اعلیٰ تربیت کرنے والی شوہر کے ساتھ باعزت زندگی گذارنے والی عورت پس ماندہ اور دقیانوس کہلائی۔ جدیدیت کی کھلی فضاؤں میں اڑنے والی، آفسوں میں مردوں کی حریصانہ نگاہوں کی نشانہ بننے والی محترم اور روشن خیال بن گئی، اس جنون میں اس نے سماج کی ساری بندشوں کو توڑ دیا اور مردوں کا کھلونا بن گئی، مختصر اور نیم عریاں لباس، بوائے فرینڈ، شراب کا جام، مخلوط پارٹیاں، کیسینو اور کلب میں کیبرے رقص نے اباحیت کے تمام دروازے کھول دیے۔ عصمت دری کے بڑھتے ہوئے واقعات کا ایک اہم محرک جدیدیت کا جنون ہے۔ روشن خیال حضرات چاہے جس قدر دعویٰ کریں کہ عورتوں کی آزادی پر روک حقوق نسواں کی پائمالی ہے، لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ یہ خلاف فطرت آزادی ہے۔ یقیناً عورتوں کو ان کے حقوق سے محروم نہیں کیا جاسکتا ہے۔ وہ حقوق انھیں ضرور ملنا چاہئے جو قدرت نے ان کی جسمانی ساخت کے اعتبار سے دیے ہیں، آزادی نسواں کے نام پر ان کا استحصال کرنا، ان پر دہری ذمہ داریاں ڈالنا حقوق نسواں نہیں حقوق نسواں کی پائمالی ہے۔

مشرقی اقدار کو ختم کرنے، مشرقی تہذیب کو غلاظت کا ڈھیر بنانے اور جنسی جرائم کو فروغ دینے کے لیے مغرب نے ہمیں جو تحفے دیے ہیں ان میں سے چند کا بطور نمونہ ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

ا- اشتہارات: ہر شہر کے گلی کوچوں، دکانوں، شورومز، ٹی وی پر آنے والے اور انٹرنیٹ کے اشتہارات آپ کی نظروں سے گذرتے ہیں، کوئی بھی اشتہار اشتعال انگیز، نیم عریاں اور عریاں عورتوں سے خالی نہیں ہوتا ہے۔ کیا یہی عورتوں کا احترام ہے؟ سماج پر ان اشتہاروں کے خطرناک اثرات سے ہر شخص واقف ہے۔

ب- مقابلہ حسن: ہر سال عورتوں کے حسن کا مقابلہ باری باری کسی ملک میں منعقد کیا جاتا ہے، چند سالوں قبل بنگلور میں عالمی مقابلہ حسن کا انعقاد کیا گیا تھا، ان مقابلوں کا لائیو ٹیلی کاسٹ ٹی وی سے کیا جاتا ہے، جیتنے والی عورت کی تاج پوشی ہوتی ہے، اسے مس ورلڈ اور مس یونیورس کا خطاب دیا جاتا ہے۔ یہ مقابلے ملکی اور بین الاقوامی پیمانے پر ہوتے ہیں۔ ان مقابلوں کے راز ہائے دروں کسی پورنوگرافی سے کم نہیں ہیں۔

ج- ماڈلنگ: لباس تیار کرنے والی، فیشن ڈیزائن کرنے والی کمپنیاں اپنی کمپنی کے ملبوسات کی نمائش خوبصورت خواتین کے ذریعہ کرتی ہیں، جنہیں ماڈل کہا جاتا ہے، ان ملبوسات میں نیم عریاں لباس، بکنی، برا اور انڈرویر (اندرون لباس) کی بھی نمائش کی جاتی ہے، ٹی وی پر فیشن کے نام سے ایک چینل موجود ہے جو عریاں ماڈلوں کی چوبیس گھنٹہ نمائش کرتا ہے۔

د- فلمیں: ایک زمانہ وہ بھی تھا جب فلموں میں بوس وکنار کے مناظر کو چاند، کنول اور سمندر کی لہر کی علامتوں کے پردے میں دکھایا جاتا تھا۔ آج ہندی فلموں میں صرف دو چیزیں نمایاں ہیں، ماردھاڑ اور عریانیت۔ آج کی اداکارائیں اپنا لباس تک اتارنے میں کوئی جھجھک نہیں محسوس کرتی ہیں، بوس وکنار اور مباشرت کے مناظر بے دھڑک دکھائے جاتے ہیں، عورتوں کے خلاف جنسی تشدد کا سب سے زیادہ رجحان فلموں کا دین ہے۔

ر- ویلنٹائن ڈے: سات آٹھ سال قبل کسی نے ویلنٹائن ڈے کا نام نہیں سنا ہوگا۔ فحاشی کی توسیع کے لیے مغرب کا یہ نیا تحفہ ہے، ویلنٹائن ڈے یا یوم محبت ہر سال ۱۴/ فروری کو منایا جاتا ہے، اس دن نوعمر لڑکا اپنی گرل فرینڈ اور لڑکی اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ کسی پارک کے کنج میں یا کسی سنسان جگہ پر سرگوشیوں میں مصروف ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے اظہار محبت کرتے ہیں، کبھی کبھی یہ تنہائیاں، سرگوشیاں بوس وکنار سے آگے بڑھ جاتی ہیں اور ایسا گل کھلاتی ہیں کہ والدین کف افسوس ملتے رہ جاتے ہیں۔ وقت گذرنے کے ساتھ ویلنٹائن ڈے ہندوستان کا کلچر بنتا جا رہا ہے، حالانکہ خود ہمارے ہندوستان میں عاشق معشوق کی کئی رومان پرور داستانیں موجود ہیں مثلاً سوہنی مہوال، ہیر رانجھا، آلہا اودل، لیلیٰ مجنوں، وامق عذرا اور شیریں فرہاد وغیرہ، مگر نئی نسل کو مغربی درآمدات ہی پسند ہیں۔

س- لیونگ اِن ریلیشن شپ (Living in Relationship) یعنی بغیر شادی کے باہمی رضامندی سے میاں بیوی کی طرح زندگی گزارنا اور ایک دوسرے سے اکتا جانے پر باہمی رضامندی سے علاحدہ ہوجانا۔ لیونگ اِن ریلیشن شپ خالص مغربی تہذیب سے تعلق رکھتی ہے، جہاں خاندان اور معاشرتی زندگی کا تصور ختم ہوتا جا رہا ہے۔ حق آزادی

کے نام پر اسے ہندوستان میں درآمد کیا جارہا ہے اور اسے قانونی جواز دینے کی پُرزور وکالت کی جارہی ہے۔

ط-تعزیرات ہند کی دفعہ 377 کو ختم کرنے کی وکالت: یہ قانون 1861ء میں انگریزوں نے بنایا تھا، جس کے تحت خلاف فطرت جنسی عمل مثلاً جانور کے ساتھ بدفعلی، ہم جنسی (Homosexual) عمل قوم لوط، چپٹی کھیلنے کو قانوناً جرم قرار دیا گیا۔ آزادی کے بعد ہندوستانی آئین نے اسے جوں کا توں برقرار رکھا۔ 2009ء میں دلی ہائی کورٹ نے اسے کالعدم قرار دیا، لیکن 2013ء میں سپریم کورٹ نے دلی ہائی کورٹ کے فیصلے کو رد کردیا، جس کا استقبال تمام مذاہب کے رہنماؤں نے کیا۔ ہم جنس پرستوں میں مایوسی چھا گئی، انھوں نے سپریم کورٹ کے فیصلے کے خلاف احتجاج کیا، روشن خیالوں کے ایک طبقہ نے ان کی پُرزور حمایت کی۔ خلاف فطرت جنسی عمل کے ہولناک ثمرات سے پوری دنیا واقف ہے مگر یہاں بھی گلوبلائزیشن کی وہی تجارتی ذہنیت کام کررہی ہے جس کا ذکر میں پہلے کرچکا ہوں۔

ظ-نادیدہ گروہ: پوری دنیا اور ہندوستان میں بھی ایک ایسا طبقہ ہے جو پس پردہ رہ کر کام کررہا ہے۔ یہ گروہ ابلاغ کے تمام ذرائع کو فحاشی کو بھیلانے کے لیے استعمال کرتا ہے، یہی لوگ عورتوں کو حوصلہ دیتے ہیں کہ تم کسی حالت میں مردوں سے کم نہیں ہو، بارہ بجے رات میں مرد سڑکوں پر نکل سکتا ہے تو تم کیوں نہیں نکل سکتیں۔ مختصر کپڑے پہننا تمہارا حق ہے، بغیر شادی کے جنسی عمل کرنا تمہارا حق ہے۔

۳- صنعت کاری اور شہر کاری (Industrilisation And Urbenization)

جدید ٹکنالوجی کے اس دور میں ہندوستان میں شہروں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے، قصبے شہر بنتے جارہے ہیں، چھوٹے شہر پھیلتے جارہے ہیں اور بڑے شہر میٹروپولیٹن میں تبدیل ہوتے جارہے ہیں۔ دنیا کی بڑی کمپنیوں کے لیے ہندوستان ایک بڑی منڈی بن چکا ہے، فیکٹریوں اور کارخانوں کی تعداد میں بے تحاشا اضافہ ہورہا ہے۔ دیہی علاقوں اور چھوٹے شہروں کے لوگ بڑے شہروں کا رخ کرتے ہیں۔ یہاں انھیں ایسے ماحول سے سابقہ پڑتا ہے جو ان کے ماحول سے الگ ہوتا ہے۔ وہ لوگ جنھیں اپنے گھروں میں اجنبی عورتوں سے بات کرنے کا کبھی موقع نہیں ملتا ہے، یہاں مختصر اسکرٹ یا چست جینس میں ملبوس لڑکیاں ہر جگہ نظر آتی ہیں۔ سڑکوں پر چلتے پھرتے مناظر ان کے ذہنوں پر نقش ہوجاتے ہیں، ان کی بیویاں ان سے دور ہوتی ہیں، تفریح کے لیے سنیما گھر ہوتے ہیں یا گھر پر بیٹھ کر ہندی انگلش فلمیں یا بلیو فلمیں دیکھتے ہیں، جنسی ناآسودگی اظہار کا ذریعہ تلاش کرتی ہے اور نتیجتاً پُرتشدد عصمت دری کے واقعات سامنے آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دلی عصمت دری کا ایک بڑا مرکز بن چکا ہے۔ ممبئی جو عورتوں کے لیے محفوظ سمجھا جاتا تھا اب وہ بھی جنسی واقعات کا سینٹر بنتا جارہا ہے۔

۴- میڈیا کارول:

جنسی اشتعال پیدا کرنے اور ریپ کلچر کو فروغ دینے میں میڈیا خصوصاً ٹی وی کم ذمہ دار نہیں ہے۔ ٹی وی وہ ذریعہ ابلاغ ہے، جس کا تعلق براہ راست عوام سے ہے، نظریات تھوپنے اور عوامی رجحانات کو بدلنے کا سب سے اہم ذریعہ ٹی وی ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا جب ملک میں پُرتشدد عصمت دری کی کوئی بڑی واردات ہوتی ہے خبری چینلز کا وہ موضوع بحث بن

جاتی ہےاور ہر زاویے سے واردات کی کوریج کی جاتی ہے۔یہ چیز نوجوان لڑکوں اورلڑکیوں میں حساسیت (Sensation) اورتجسس پیدا کرتی ہے، ان کا ذہن پراگندہ ہوجاتا ہےاورمنفی رویےان کے دماغ میں پیوست ہوجاتے ہیں۔یہی حساسیت اورمنفی رویہ انہیں جنسی عمل کے لیے اکساتا ہےاورتنہا گذرتی ہوئی لڑکیاں ان کا شکار بن جاتی ہیں۔متعدد چینلز باقاعدگی سے جنسی جرائم کے واقعات ٹیلی فلم کی صورت میں پیش کرتے ہیں، لائف او کے (Life Ok) چینل ساودھان انڈیا اورسونی چینل کرائم رپورٹر کے نام سے روزانہ جرم سے متعلق کوئی واقعہ پیش کرتے ہیں، خبری چینلز بھی گیارہ بجے شب کے بعد داستان جرائم ٹیلی کاسٹ کرتے ہیں، ان واقعات میں 60 فیصد سے زیادہ زنا بالجبر، بردہ فروشی اورجنسی جرائم سے متعلق ہوتے ہیں، واقعات کو پیش کرتے وقت جنسی عمل کے مناظر کو باربار دہرایا جاتا ہے، دیکھنے والے متاثر ہونے اورعبرت حاصل کرنے کے بجائے ان سے محظوظ ہوتے ہیں۔یہ سب باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ کیا جارہا ہے،صنعت کار اس کے لیے فلموں کی طرح نقدسیاہ (Black Money) کا استعمال کرتے ہیں۔

۵-پولیس کارویہ:

عصمت دری کی حوصلہ افزائی کا لا اینڈ آرڈر بھی ذمہ دار ہے۔زنا بالجبر کی شکار بہت سی عورتیں تھانے ہی سے بھگادی جاتی ہیں۔تحقیقات کرتے وقت پولیس متاثرہ سے ایسے سوالات کرتی ہے کہ متاثرہ کی ہمت دم توڑ جاتی ہے۔پولیس ایسے واقعات کو معمول سمجھ کر نظرانداز کردیتی ہے۔اوپر سے دباؤ کے بغیران میں دلچسپی نہیں لیتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ مجرمین بچ نکلتے ہیں اوران کے حوصلے بڑھ جاتے ہیں۔نیشنل کرائم بیوروکی 2011ء کی ایک رپورٹ کے مطابق 1500 ریپ کیسز میں صرف 26.4 فیصد مجرمین کو سزامل سکی ہے۔’’دی ہندو‘‘ میں روچیرا گپتا لکھتی ہیں:’’2009ء سے 2010ء تک صرف 26 فیصد مجرمین ہی اپنے انجام کو پہنچے اوردلی میں چار میں سے ایک مجرم کو سزا ملی‘‘۔

ہندوستانی آئین نے آرٹیکل نمبر 14,15,16, اور 29 میں بغیر کسی جنسی تفریق کے مردوزن میں مساوات کی ضمانت دی ہے۔عورتوں کے تحفظ کے لیے’’وزارت برائے خواتین واطفال ڈیولپمنٹ‘‘ کی تشکیل کی ہے، زنا بالجبر کی وجہ سے متاثرہ کے فوت ہوجانے پر سزائے موت اوربیس سال کی قید بامشقت کی سزا کا انتظام کیا ہے، تیزاب ڈالنا، چھیڑخانی کرنا، عورت کے کپڑے پھاڑ ڈالنا وغیرہ کی سزاؤں کا اہتمام کیا ہے، ان سب کے باوجود قوانین اورنفاذ کے درمیان جو خلا ہے، اسے پُر کرنا ضروری ہے، اچھا قانون اورخراب نفاذ کے ذریعہ عورتیں محفوظ نہیں رہ سکتی ہیں۔

زنا بالجبر کے بارے میں اسلام کا نقطۂ نظر:

اسلام کا مقصد ایک صالح، پرامن اورپرسکون معاشرہ کی تشکیل ہے۔ایک ایسا معاشرہ جہاں جبر، استیصال اوراستحصال نہ ہو، معاشرے کے ہر فرد کی عزت، جان ومال محفوظ ہو، اسلام دین فطرت ہے، اس کے قوانین کسی انسان کے بنائے ہوئے نہیں ہیں، بلکہ اس خدا کے بنائے ہوئے ہیں جس نے اس کائنات کو بنایا، دنیا بنائی، تمام مخلوقات کو پیدا کیا، انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اوران کے لیے ایسے قوانین بنائے جن پر عمل پیرا ہوکر اس دنیا کو امن کا گہوارہ بنایا جاسکتا ہے، اس نے انسان

(خواہ وہ مرد ہو یا زن) کی جان اور اس کی عزت وآبرو کو سب سے محترم بنایا۔ اسلام نے زنا کو گناہ عظیم بتلایا اور اس کے سدباب کے لیے ایسے قوانین بنائے جو عین فطرت اور قابل عمل ہیں۔

۱- مرد اور عورت دونوں کے جسمانی ساخت الگ الگ ہیں، اس لیے دونوں کا دائرہ کار متعین کیا۔

۲- اجنبی مرد وزن کے اختلاط کو ممنوع قرار دیا، اس لیے کہ جنسی اشتعال انگیزی کا یہ ایک بڑا سبب ہے۔

۳- عورت کا دائرہ کار اس کا گھر ہے، جو اس کی جسمانی ساخت کے مطابق ہے، وہ گھر سے باہر ایسے کام کرسکتی ہے جو اس کی فطرت کے مطابق ہو، جفاکشی اور محنت کے کام مردوں کے لیے مخصوص کیے گئے ہیں۔

۴- عورتوں کے لیے حجاب کو لازم کیا۔ جنسی اشتعال انگیزی اور جارحیت مردانہ فطرت ہے، اس کے لیے پیش بندی ضروری ہے۔

۵- نگاہیں پست کرکے راہ چلنے کا حکم دیا گیا ہے، کیوں کہ نگاہیں بہت بڑا فتنہ ہے۔

۶- اسلام نے باہمی رضامندی سے زنا کو گناہ عظیم بتلایا اور اس کے لیے سخت سزا مقرر کی کیوں کہ اس کے نتائج اور ثمرات اس قدر ہولناک ہیں کہ پورے معاشرے کو انارکی کا مرکز بناسکتے ہیں۔

۷- اجتماعی عصمت دری میں تمام مجرمین برابر کی سزا کے حق دار ہوں گے۔

۸- عورتوں کی عصمت وآبرو اسی طرح محترم ہے جس طرح انسانی جان محترم ہے۔

۹- خلاف فطرت جنسی عمل کی سزا موت ہے۔

۱۰- زنا کی سزا غیر شادی شدہ مرد وزن کے لیے سو کوڑے ہے اور شادی شدہ کی سزا سنگسار کرنا یعنی پتھروں سے مار کر ہلاک کرنا ہے۔ زانی اپنے عمل کے ذریعے معاشرہ اور خاندان کو برباد کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس لیے اسلام نے اس کے لیے ایسی عبرت ناک سزا مقرر کی ہے کہ دوسرے لوگ ایسے جرم کی جرأت نہ کرسکیں۔ چوں کہ یہ بہت سنگین معاملہ ہے اور کسی انسانی جان کو یوں ہی نہیں ختم کیا جاسکتا ہے، اسی لیے اس جرم کے لیے چار عینی گواہ ہونا ضروری قرار دیا ہے۔

۱۱- اسلام نے مرد کو مرد کی شرمگاہ اور عورت کو عورت کی شرمگاہ دیکھنا یا اجنبی مرد وزن کو ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنا حرام قرار دیا۔

۱۲- بچے جب دس برس کے ہوجائیں تو ان کے بستر علاحدہ کردیے جائیں کیوں کہ ان میں جنسی احساسات کا آغاز ہوجاتا ہے۔

۱۳- دو مردوں یا دو عورتوں کو بے لباس ہوکر ایک چادر اوڑھ کر سونا ممنوع قرار دیا خواہ بھائی بھائی یا بہن بہن کیوں نہ ہوں۔

غرضیکہ اسلام نے ایسے تمام دروازے کھڑکیاں اور دریچے بند کردیے، جن سے ناجائز جنسی عمل داخل ہوسکتا ہے۔ عورتوں کو وہی حقوق دیے جو ان کی فطرت کے مطابق ہے۔ آزادی کے نام پر خلاف فطرت حقوق دینا فطرت کے خلاف اعلان جنگ ہے جس کا نتیجہ صرف تباہی ہے اور آج ہم اس کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کررہے ہیں۔ ☆☆

حلال اور حرام کا اسلامی تصور

ڈاکٹر عبدالرحمٰن السدیس
امام وخطیب مسجد حرام، مکہ مکرمہ

حمد وصلاۃ کے بعد:

لوگو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اس کا شکر ادا کرو کہ اس نے ہمیں اسلام کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ ہمیں حلال کا راستہ بتایا اور حرام سے بے نیاز فرمایا۔

اسلام ایک مکمل دین اور ضابطۂ حیات ہے، اس میں زندگی کے ہر شعبے کے بارے میں بھرپور رہنمائی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق واضح اسلوب میں بتائے گئے ہیں۔ دنیا کمانے کے پاکیزہ اور حلال طریقوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ جس میں ہر ایک کے لیے مصلحت اور خیر ہے، اس راستے کو اپنانے میں برائیوں کی روک تھام ہے، اسلامی طریقوں پر عمل کرنے سے عزت وآبرو، مال ودولت اور امن وامان، ہر چیز اعتدال کے ساتھ برقرار رہے گی۔ اسلام نے جس طرح عقائد اور عبادات کے مسائل میں ہماری رہنمائی کی ہے اسی طرح ہمیں اپنے معاملاتِ زندگی کے لیے بھی بہترین تعلیمات سے نوازا ہے۔ اس کے لیے شریعتِ اسلامیہ نے اعلیٰ اصول وقواعد اور آداب بتائے ہیں۔ ان پر عمل کرنے میں سب کے لیے بڑی آسانی اور سہولت رکھی ہے۔ نہ کسی پر ظلم، نہ کسی کا استحصال، نہ حقوق کی چھینا جھپٹی، نہ کسی کے ساتھ خیانت اور بے ایمانی۔ ہمارے دینِ حنیف کے طریقے سب کے لیے راحت بخش اور فیض رساں ہیں، فرمانِ الٰہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ لاَ تَأْكُلُواْ أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلاَّ أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ وَلاَ تَقْتُلُواْ أَنفُسَكُمْ إِنَّ اللّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْماً. وَمَن يَفْعَلْ ذَلِكَ عُدْوَاناً وَظُلْماً فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَاراً وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللّهِ يَسِيْراً﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ آپس کی رضامندی سے تجارت ہو اور تم اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تم پر بہت رحم کرنے والا ہے۔ اور جو شخص سرکشی اور ظلم سے ایسے (نافرمانی کے) کام کرے گا تو اسے ہم جلد آگ میں ڈالیں گے اور یہ اللہ کے لیے بہت آسان ہے“۔ [۱]

اور فرمایا:

﴿وَلاَ تَأْكُلُواْ أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُواْ بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُواْ فَرِيْقاً مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (البقرۃ:۱۸۸)

[۱] النساء:۲۹-۳۰

''اور تم اپنے مال آپس میں ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ اور انھیں حاکموں کے پاس نہ لے جاؤ تا کہ تم لوگوں کے مالوں میں سے کچھ مال گناہ کے ساتھ کھاؤ، حالانکہ تم جانتے ہو''۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنے اہم ترین خطبے میں عرفہ کے دن فرمایا:

''إن دماء كم و أموالكم عليكم حرام كحرمة يومكم هذا، في شهركم هذا، في بلدكم هذا''

''بے شک تمہارے خون اور مال تم پر حرام ہیں جس طرح تمہارے آج کے دن کی حرمت ہے، تمہارے اس مہینے اور تمہارے اس شہر کی حرمت ہے''۔ [۱]

رسول اکرم ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا: ''لا يحل مال امرى إلا بطيب نفس منه'' ''کسی انسان کا مال جائز نہیں مگر جو وہ اپنی رضا اور خوش دلی سے دے''۔ [۲]

آپ ﷺ نے فرمایا: ''إن الله طيب، لا يقبل إلا طيبا، و إن الله تعالىٰ امرالمؤمنين بما أمر به المرسلين، فقال: ''''بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاکیزہ چیزیں ہی قبول کرتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی وہی حکم دیا ہے جو اپنے رسولوں کو دیا، چنانچہ فرمایا: ﴿ يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحاً إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾

''اے رسولو! تم پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو، بے شک تم جو عمل کرتے ہو میں اسے خوب جانتا ہوں''۔ [۳]

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ كُلُواْ مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُواْ لِلّهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم ان پاکیزہ چیزوں میں کھاؤ جو ہم نے تمہیں رزق کے طور پر دی ہیں'' [۴]

پھر آپ ﷺ نے ایک آدمی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

''الرجل يطيل السفر، اشعث أغبر، يمد يديه إلى السماء، يا رب! يارب! ومطعمه حرام، ومشربه حرام، وملبسه حرام، وغذى بالحرام، فأنى يستجاب لذلك؟''

''وہ آدمی جو دور دراز کا سفر کرے، اس کے ہاتھ پاؤں گرد و غبار میں اٹے ہوئے ہوں، وہ اپنے دونوں ہاتھ نہایت عاجزی سے آسمان کی طرف پھیلا دیتا ہے اور کہتا ہے: اے میرے رب! اے میرے رب! لیکن اس کا کھانا حرام کا، اس کا پینا

---

[۱] صحیح مسلم، ح:۱۲۱۸ — [۲] مسند احمد:۷۲/۵
[۳] المؤمنون:۵۱ — [۴] البقرۃ:۱۷۲

حرام کا، اس کا لباس حرام کا اور اس کی روزی حرام کی، لہذا اس کی دعا کیسے قبول کی جاسکتی ہے''۔[۱]

محترم بھائیو! ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے معاملات ٹھیک رکھے، خرید وفروخت، کرایہ اور قرض، رہن یا تجارت ہر چیز کتاب وسنت کی تعلیمات کے مطابق انجام دے، وہ لوگ تباہ و برباد ہوئے، جنہوں نے اپنے دین کے صرف ایک حصے، یعنی عبادات پر تو عمل کیا لیکن معاملات میں اپنی مرضی پر چلتے رہے۔ دین کو انھوں نے صرف عبادات کی حد تک محدود کر دیا، چاہے یہ جہالت کی وجہ سے ہو یا دین سے بیزاری اور دنیا کے لالچ میں۔ پھر وہ اس غلط راستے پر دور نکل گئے حتی کہ انھیں اس کی کوئی پرواہ ہی نہیں رہی کہ مال کیسے حاصل ہو رہا ہے، حلال طریقے سے یا حرام راستوں سے، ان میں اتنی بے حسی پیدا ہوگئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ راستوں سے مال بٹورتے ہوئے انھیں احساس ندامت تک نہیں ہوتا۔ مال و دولت کی حرص نے انھیں اتنا اندھا کر دیا ہے کہ وہ دنیا کے لالچ میں دین تک کا سودا کر بیٹھے، درہم و دینار کی محبت نے انھیں اللہ اور رسول سے غافل کر دیا اور بعض لوگ سود خوری میں مبتلا ہوگئے اور بعض مکر وفریب سے دولت کمانے لگے، بعض لوگوں نے دھوکے بازی کو اپنا شعار بنالیا اور جھوٹی قسمیں ان کا تکیۂ کلام بن گئیں۔ وہ ظلم، دروغ گوئی اور دھوکا بازی کے عادی بن گئے۔ دنیا طلبی میں مرنے لگے اور مال کی ریل پیل نے انھیں ذلیل کر دیا۔ نہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو خاطر میں لاتے ہیں نہ انھیں اپنے انجام کی فکر ہے۔ انھیں خود اپنا احتساب کرنے کی فرصت ہے نہ دوسروں کی موت ان کے لیے باعثِ عبرت ہے۔ نہ وہ اللہ سے ڈرتے ہیں نہ یومِ حساب کی انھیں کوئی پرواہ ہے: ﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ﴾ ''اور ظالم لوگ جلد جان لیں گے کہ کون سی پلٹنے کی (خوفناک) جگہ وہ پلٹیں گے''۔[۲]

برادرانِ اسلام! شریعتِ اسلامیہ میں معاملات ٹھیک رکھنے کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔ فقہ اسلامی اس کی تفصیلات سے بھری پڑی ہے کیونکہ انسانی زندگی کا ان مسائل سے بڑا گہرا تعلق اور مضبوط رشتہ ہے، اسی لیے اس کو خصوصی اہمیت دی گئی لیکن افسوس کہ ہم معاملات کو شرعی تعلیمات کی روشنی میں انجام دینے سے غافل اور بے پرواہ ہیں۔ آج ہر طرف ہوا و ہوس، حرص و لالچ، خود غرضی اور مادیت کا دور دورہ ہے۔ اس پُرفتن دور میں تقویٰ، پرہیزگاری اور حلال وحرام کی تمیز کم ہوتی جارہی ہے، اس لیے اس موضوع پر اظہار خیال کرنا ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ انسان کی زندگی پر اس کے دور رس نتائج مرتب ہوتے ہیں۔

حضرات! کسب حلال کا پاکیزہ اثر آدمی کی سیرت و کردار اور عبادات سمیت ہر چیز پر پڑتا ہے، نہ صرف اس کی انفرادی زندگی پر بلکہ اس کی اولاد، خاندان اور پھر ساری سوسائٹی پر اس کے خوشگوار آثار و نتائج دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس کے برعکس حرام کمائی کے مہلک اثرات بھی ہر سطح پر دیکھے جاسکتے ہیں، اس کا نقصان صرف حرام کمائی والے کی انفرادی زندگی ہی پر نہیں بلکہ اس کی اولاد، خاندان اور سوسائٹی تک ہر جگہ صاف محسوس کیا جاسکتا ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''إنه لا يربو لحم نبت من سحت إلا كانت النار أولى به''۔

[۱] صحیح مسلم، ح:۱۰۱۵ [۲] الشعراء:۲۲۷

''صورت حال یہ ہے کہ نہیں بڑھتا کوئی گوشت جس کی حرام سے نشو ونما ہوئی ہو مگر آگ اس کے زیادہ لائق ہے''۔ [۱]

امام احمد-رحمہ اللہ- نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''ولا یکسب عبد ما لا من حرام فینفق منه فیبارك له فیه، ولا یتصدق به فیقبل منه، ولا یترکه خلف ظهره إلا کان زاده إلی النار، إن الله عزوجل لا یمحو السیّئ بالسیّئ ولکن یمحو السیّئ بالحسن، إن الخبیث لا یمحو الخبیث''۔

''جب کوئی بندہ حرام مال کماتا ہے اور خرچ کرتا ہے تو اس میں برکت نہیں ہوتی، وہ خیرات دیتا ہے تو قبول نہیں ہوتی اور اگر اپنے پیچھے کچھ چھوڑ جاتا ہے تو وہ اس کے لیے جہنم کا توشہ بن جاتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ برائی کو برائی کے ذریعے نہیں مٹاتا، البتہ بُرائی کو نیکی کے ذریعے دور کرتا ہے۔ بلاشبہ گندگی گندگی کو ختم نہیں کرسکتی''۔ [۲]

برادرانِ اسلام! حرام کمائی اور غیر اسلامی معاملات سراسر مصیبت ہیں۔ یہ دنیا میں فتنے اور آخرت میں عذابِ جہنم کا باعث ہیں، پھر ایک مسلمان کے لیے یہ کیوں کر ممکن ہے کہ وہ اتنی سخت وعیدیں سننے اور اتنے بھیانک اور رسوا کن انجام سے آگہی حاصل کرنے کے بعد پھر بھی ان میں ملوث ہو۔ کیا یہ اس کی دین سے بیزاری اور عقل وشعور میں خلل کی دلیل نہیں؟ رسول اکرم ﷺ نے اس کے بارے میں پہلے ہی آگاہ فرمادیا تھا:''یأتي علی الناس زمان لا یبالي المرء ما اخذ منه: امن الحلال ام من حرام''۔

''لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں انسان اس کی پرواہ نہیں کرے گا کہ وہ کیسے کمارہا ہے حلال سے یا حرام سے''۔ [۳]

شاید ہمارا یہی وہ زمانہ ہے جس کا حدیث میں ذکر کیا گیا کیونکہ حرام کاروبار کی اتنی کثرت ہوگئی ہے کہ بہت سے مسلمان بھی اس کے ریلے کی زد میں آگئے، دھوکا اور فریب دے کر دولت کمانا، دوسروں کو نقصان پہنچانا اور اپنی ذمہ داریوں کی انجام دہی میں خیانت کرنا وہ امراض ہیں جو ہمارے معاشرے میں وبا کی شکل اختیار کرچکے ہیں۔

ایک ادارے میں کام کرنے والا اگر اپنی ڈیوٹی انجام نہ دے اور لوگوں کو تنگ کرے تو وہ اپنے کام میں ظلم اور بددیانتی کا مجرم ٹھہرے گا، جو تنخواہ وہ حاصل کرے گا وہ حرام سمجھی جائے گی کیونکہ جس مقصد کے لیے اُسے تنخواہ دی جارہی ہے وہ اسے پورا نہیں کررہا۔ اکثر اداروں میں یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ لوگ بغیر رشوت لیے اپنی ڈیوٹی بھی انجام نہیں دیتے۔ یہ مسلمانوں کے ساتھ کھلا دھوکا ہے صریحاً معصیت اور خیانت ہے۔ وہ تاجر جو سودی لین دین کے ذریعے کاروبار کرتا ہے، وہ

---

[۱] مسند احمد:۳/۳۲۱

[۲] مسند احمد:۱/۳۸۷

[۳] صحیح بخاری، ح:۲۰۵۹

بیوپاری جو تجارت کا سامان دھوکے اور جھوٹ کے سہارے فروخت کرتا ہے، ناپ تول میں کمی کرتا ہے یا اُن چیزوں کی تجارت کرتا ہے جو شرعاً حرام ہیں وہ سب کے سب گناہ گار ہیں۔ کچھ لوگ اپنے ماتحت ملازموں پر ظلم کرتے ہیں، مزدوروں کے حقوق ادا نہیں کرتے اور بعض لوگوں کے مال میں غبن کرتے ہیں اور قوم کا پیسہ غلط جگہوں پر خرچ کرتے ہیں۔ کچھ لوگ تو نہایت نچلی سطح پر گر چکے ہیں، وہ جوا، لاٹری اور غلط قسم کی انشورنس کے ذریعے دولت کماتے ہیں۔ کچھ لوگ ظلم اور زیادتی سے دوسروں کا مال چھینتے ہیں، ان کی املاک پر قابض ہو جاتے ہیں، ان بُرائیوں میں جو بھی ملوث ہوگا، چاہے وہ افراد ہوں یا ادارے، سب کے سب اللہ تعالیٰ کے آگے جواب دہ ہوں گے۔ یہ وہ بُرائیاں ہیں جن کا ذکر کرتے ہوئے بھی ایک غیور مسلمان کی زبان لڑکھڑا جاتی ہے لیکن یہ ایسی بیماریاں ہیں جو ہمارے معاشرے میں موجود ہیں اور ہماری اخلاقی قدروں کو کھوکھلا کر رہی ہیں۔ اگر کوئی ان کا جائزہ لینا چاہے تو کسی مارکیٹ یا بازار میں چلا جائے اور وہاں جو کچھ ہو رہا ہے اس پر نظر ڈالے، چاہے وہ اشیائے خورونوش ہوں یا ملبوسات کا بازار ہو، سواریوں کی مارکیٹ ہو یا جائداد کا کاروبار کرنے والے، صاف دکھائی دے گا کہ ہمارے یہ بازار ہماری شریعت سے دور جا چکے ہیں، شرعی قوانین اور بازاری قوانین میں نمایاں فرق دکھائی دے گا۔ اگر کوئی عدالت کا رخ کرے اور وہاں زیرِ سماعت مقدمات کا جائزہ لے کہ کس پر کس نے محض مال بٹورنے کے لیے کیسے کیسے مظالم ڈھائے ہیں تو ایک مسلمان کا سر شرم سے جھک جائے گا۔

معزز بھائیو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اپنے کاروبار اور کمائی کا جائزہ لیتے رہو۔ خوب جانچو کہ ہمارے گھر میں کیا آ رہا ہے؟ اور ہم اپنے بیوی بچوں کے پیٹ کس طرح بھر رہے ہیں؟ تاجر برادری کو چاہیے کہ اپنی تجارت میں سچائی اور اسلامی اصولوں کو سامنے رکھیں، کتنے خوش بخت ہیں وہ لوگ جو حلال طریقے سے کماتے ہیں اور کیسے بد بخت ہیں وہ لوگ جو حرام روزی سے جسم پروری کر رہے ہیں۔

محترم بھائیو! حقوق العباد کا معاملہ بڑا ہی نازک ہے، رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’من كانت له مظلمة لأخيه من عرضه أو شيء فليتحلله منه اليوم قبل أن لا يكون دينار ولا درهم، إن كان له عمل صالح أخذ منه بقدر مظلمته، و إن لم يكن له حسنات أُخذ من سيات صاحبه فحمل عليه‘‘۔

’’جس شخص کے ذمے اپنے کسی بھائی کی عزت سے متعلق یا کسی اور چیز کے متعلق کوئی حق ہو تو وہ آج ہی اس سے معاف کرا لے وہ اُسے آج ادا کر دے اس دن سے پہلے جس میں (پورا پورا حساب چکایا جائے گا۔ اس وقت کسی) درہم اور دینار (کا معاملہ) نہیں ہوگا (بلکہ) اگر اس کی نیکیاں ہوں گی تو ظلم برابر وہی نیکیاں اس سے لے لی جائیں گی (اور ان مظلوموں کو دے دی جائیں گی جن کے حقوق غصب کیے گئے تھے) اور اگر اس کی نیکیاں نہیں تو مظلوم کے گناہ ظالم کے کھاتے میں ڈال دیے جائیں گے‘‘۔[1]

---

[1] صحیح بخاری، ح:۲۴۴۹

معزز بھائیو! اُس گھڑی کا احساس آج اور ابھی کرلو جب تم سے اللہ عزوجل ایک ایک پائی کے بارے میں سوال کرے گا، وہ بڑا کٹھن وقت ہوگا، اُس وقت کی ہولناکی ہوش اڑا دے گی، ماں اپنے شیر خوار بچے کو بھول جائے گی اور حاملہ عورت کا حمل ساقط ہوجائے گا۔ اس وقت کسی شخص کے قدم چار سوالات کا جواب دیے بغیر ہل بھی نہیں سکیں گے۔ اس کے مال کے متعلق دو باتیں پوچھی جائیں گی کہ کیسے کمایا؟ اور کہاں خرچ کیا جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔[۱]

ہمیں اس جواب کی تیاری کرنی چاہیے ورنہ حشر کے میدان میں ہماری زبانیں گنگ ہوجائیں گی اور کوئی جواب بن نہیں پڑے گا۔ اللہ عزوجل ہم سب کو حلال کمانے اور حرام سے دور بھاگنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی مغفرت فرمائے۔

لوگو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، پاکیزہ اور برکت والی چیزوں کو لازم پکڑو کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف پاکیزہ چیز ہی قبول کرتا ہے۔ حلال اور حرام کے معاملات میں بہت ہوشیار رہو، اگر کسی مسئلے میں کوئی الجھن ہو تو اہل علم سے معلوم کرو، شک وشبہ کی چیزوں سے پرہیز کرو کیونکہ مشتبہات حرام کی طرف لے جانے کا ذریعہ ہیں، رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ''إن الحلال بين و إن الحرام بين و بينهما مشتبهات، لا يعلمهن كثير من الناس، فمن اتقى الشبهات استبرا لدينه و عرضه، و من وقع فى الشبهات وقع فى الحرام....''

''بے شک حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان کے مابین کچھ چیزیں مشتبہات ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے، جو ان سے بچ گیا اس نے اپنی ایمانداری اور عزت کو بچالیا اور جو مشتبہات میں داخل ہوا وہ حرام میں مبتلا ہوگا''۔[۲]

محترم بھائیو! اپنے معاملات کو بہت صاف ستھرا رکھو، اپنے کام اور اپنی ڈیوٹی کی انجام دہی میں کامل دیانت اور امانت داری کا مظاہرہ کرو، تجارت میں سچائی کو اپناؤ۔ یہی اخلاص کا تقاضا ہے۔ یہی عوام اور حکام کے ساتھ خیر خواہی ہے۔ یہی عمل مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی اور اخوتِ اسلامی کا مظہر ہے۔ یقین کیجیے کسبِ حلال سے بڑا سکون اور اطمینان حاصل ہوگا جس کے تمہاری اولاد، گھر اور خاندان پر بڑے اچھے اثرات مرتب ہوں گے۔ اس دنیا میں ہر دم ذہن میں یہی بات رہنی چاہیے کہ قیامت کے دن حشر کے ہجوم و ہیجان میں ہمیں ایک ایک پائی کا حساب دینا ہوگا۔ پس حلال روزی ہی ہمارے لیے دنیا میں سکون کی ضمانت اور آخرت میں نجات کا ذریعہ ہے۔ درود وسلام پڑھیے نبی کریم، رحمۃ للعالمین، رہبرِ عالم حضرت محمد ﷺ پر جس کا اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا ہے۔

☆☆☆

[۱] جامع الترمذی، ح: ۲۴۱۷
[۲] صحیح البخاری، ح: ۵۲ و صحیح مسلم، ح: ۱۵۹۹

توہین رسالت اور شریعت

محمد اسلم مبارک پوری
استاد جامعہ سلفیہ، بنارس

رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی اور استہزاء بالدین کے واقعات آئے دن پیش آتے ہیں۔ مغرب کے ساتھ ساتھ اب تو اس قسم کی افسوس ناک خبریں بعض عرب ممالک سے بھی آنے لگی ہیں۔ جو لوگ دین کے کسی مسلمہ حکم کا انکار کرنے یا مذاق اڑانے کی وجہ سے ارتداد یا توہین رسالت کے جرم میں ملوث پائے گئے ان کی شرعی سزا کیا ہے زیر نظر مضمون میں اس پر روشنی ڈالی گی ہے۔ البتہ وہ ممالک جہاں اسلامی عدالتیں قائم نہیں ہیں اور حدود شرعیہ کی تنفیذ نہیں ہوتی وہاں اگر اس قسم کا کوئی واقعہ پیش آجائے تو مقامی عدالتوں سے ہی رجوع کیا جائے گا اور ان کے فیصلے ہی مسلمانوں کے لیے قابل عمل ہوں گے۔ (ادارہ)

جو لوگ مغرب کی روش اور اس کی عیاری سے واقف ہیں، وہ جانتے ہیں کہ محسن انسانیت ہادئ عالم حضرت محمد ﷺ اور ان کے لائے ہوئے دینِ اسلام پر طرح طرح کے سوقیانہ حملے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ بلکہ یہ ان کا شیوہ اور طرۂ امتیاز ہے۔ اگر چہ اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام سے پہلے پائے جانے والے سارے ادیان کو منسوخ کر دیا ہے تاہم نبی ﷺ کی محبت سمیت حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور تمام رسل اور پیغمبران -علیہم السلام- کے احترام کو جزو دین قرار دیا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم سمیت تمام آسمانی صحیفے مسلمانوں کے لیے واجب التکریم ہیں۔ لہذا کوئی صحیح العقیدہ مسلمان کسی آسمانی صحیفہ یا انبیائے کرام خصوصا رسول اللہ ﷺ کی توہین کی جرأت نہیں کرسکتا ہے، اور جس نے کیا اسی لمحہ دائرۂ اسلام سے خارج اور واجب القتل ہوگیا۔ اس کی معافی اور توبہ بھی کسی صورت میں لائقِ قبول نہیں۔

شریعتِ اسلامیہ کی توہین کرنے والوں، اور نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو قتل کرنا خالص شرعی اور دینی مسئلہ ہے کیوں کہ اسلام میں کسی باطل پر چلنے والے شخص کو گالی دینے سے منع کیا گیا ہے۔ اللہ رب العزت قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدوا بغير علم﴾ [الانعام: ۱۰۸] اے مسلمانو! تم ان لوگوں کو گالی نہ دو جو اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کرتے ہیں۔ اگر تم نے ایسا کیا تو پھر وہ دشمنی میں لاعلمی کی حد سے گذر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی کو غیر اللہ کی عبادت سے روکنا ہے تو اس کا یہ طریقہ نہیں کہ اس کے دین کو (یا اس کے

رسول کو) گالی دی جائے، بلکہ اسلامی اصول ﴿أدع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة﴾ (النحل:۱۲۵) کے ذریعہ باطل پر ایسی ضرب لگائی جائے کہ وہ خود یہ کہنے پر مجبور ہوجائے کہ ﴿إن الدين عندالله الإسلام﴾ (آل عمران:۱۹) سب سے محبوب اور پیارا دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک دینِ اسلام ہے۔اور ﴿ومن يبتغ غيرالإسلام دينا فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخاسرين﴾ (آل عمران:۸۵) جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے تو اسے قبول نہ کرتے ہوئے آخرت میں گھاٹا اٹھانے والوں کی صفوں میں شمار کیا جائے۔

قارئین کرام! جب یہ حال دینِ باطل کا ہے تو اس دین کو جسے اللہ رب العالمین نے پسند کیا ہے،اس دین کو گالی دینا کہاں تک جائز ہوگا؟ ہمیں یہ بات ذہن نشین کرلینی چاہئے کہ نبی ﷺ کی عظمت وتوقیر اور آپ کی اطاعت واتباع دنیا وآخرت میں ایمان کا بنیادی جزء اور کامیابی کی ضمانت ہے۔اس کے برخلاف جو شخص آپ ﷺ کا استہزا کرتا ہے یا آپ کی شخصیت پر قدغن لگاتا ہے یا آپ کی حیاتِ طیبہ کے کسی گوشے کے بارے میں استہزائیہ انداز اختیار کرتا ہے یا توہین وتنقیص کے پہلوا جاگر کرتا ہے یا آپ ﷺ کو گالی دیتا ہے یا آپ کی شان میں گستاخی کرتا ہے تو ایسا شخص بالاتفاق کافر اور بددین ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کے صحابہ کرام اور آپ کی ازواج مطہرات پر کیچڑ اچھالتا ہے،ان پر بہتان لگاتا ہے،ان پر تہمت لگاتا ہے یا ان میں سے جن کی برأت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے اس میں شک وشبہ کرتا ہے تو وہ بھی کافر اور بددین ہے،لیکن واجب القتل نہیں۔اس پر متقدمین ومتاخرین علماء کا اتفاق ہے۔علماء مالکیہ میں سے محمد بن سحنون رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''أجمع العلماء على أن شاتم رسول الله ﷺ والمنتقص له كافر. والوعيد جاء عليه بعذاب الله له. وحكمه عند الأمة القتل، ومن شك في كفره وعذابه كفر'' (الصارم المسلول لابن تيميه رحمه الله، ص:۵۱۳)

تمام علماء کا اجماع ہے کہ شاتمِ رسول اور آپ ﷺ کی شان میں تنقیص کرنے والا کافر ہے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت سزا کی وعید آئی ہے۔اور امت مسلمہ کے نزدیک اس کا شرعی حکم قتل ہے۔اور جو آدمی اس شخص کے کفر اور عذاب کے بارے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

اس موقف کی تائید کرتے ہوئے علامہ ابن المنذر رحمہ اللہ قمطراز ہیں:

''أجمع عوام أهل العلم على أن حد من سب النبي ﷺ القتل'' (کتاب الإجماع،ص:۱۵۳) تمام اہل علم کا اجماع ہے کہ جو آدمی نبی ﷺ کو گالی دے اس کی سزا قتل ہے۔شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''وممن قاله: مالك والليث وأحمد واسحاق، وهو مذهب الشافعي'' (الصارم المسلول،ص:۲۵۴) اسی بات کو امام مالک،امام لیث،امام احمد،اسحاق نے کہا ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔

امام ابوبکر فارسی نے بھی مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے کہ شاتمِ رسول کی سزا قتل ہے۔

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''لا أعلم خلافا في وجوب قتله إذا كان مسلما'' (معالم السنن ۵/۱۹۹

مع مختصر سنن ابی داؤد) میرے علم کی حد تک اگر شاتمِ رسول مسلمان ہو تو اس کے واجب القتل ہونے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور قتل کرنے کا یہی حکم کافر کے بارے میں بھی ہے جیسا کہ شیخ الاسلام رحمہ اللہ (الصارم المسلول) میں خامہ فرسا ہیں ''إن من سب النبي ﷺ من مسلم أو كافر فإنه يجب قتله. هذا مذهب عامة أهل العلم'' عام اہل علم کا مذہب ہے کہ جو شخص (مسلمان ہو یا کافر) اگر نبی ﷺ کو گالی دیتا ہے تو وہ واجب القتل ہے۔

سورۃ الاحزاب (آیت: ۵۷) میں ارشاد ربانی ہے: ﴿إن الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله في الدنيا والآخرة وأعد لهم عذابا مهينا﴾ ''بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف وایذاء پہنچاتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ نے دنیا وآخرت میں لعنت فرمائی ہے اور ان کے لیے رسوا کن عذاب تیار کیا ہے''۔

یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ ﷺ کو اذیت دینا حرام ہے اور ایک بڑے رسوا کن عذاب کو دعوت دینا ہے۔ تفسیر احسن البیان، ص:۱۱۹۱ میں مرقوم ہے ''اللہ کے رسول ﷺ کو ایذاء پہنچانا، آپ ﷺ کی تکذیب، آپ ﷺ کو شاعر، کذاب، ساحر وغیرہ کہنا ہے۔ علاوہ ازیں بعض احادیث میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایذاء پہنچانے اور ان کی تنقیص کو بھی آپ ﷺ نے ایذاء قرار دیا ہے''۔

اس بات کی مزید وضاحت صحیح بخاری (حدیث: ۴۰۳۷) کی روایت سے ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''من لكعب بن الأشرف'' کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا؟

''فإنه آذى الله و رسوله'' کیوں کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دی ہے۔ اس مہم کے لیے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ تیار ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اسے قتل کردوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔

کعب بن اشرف کے قتل کا یہ واقعہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ جو لوگ آپ سے معاہدہ کر چکے ہیں، انھیں بھی قتل کیا جائے گا۔ لہٰذا معاہد اور اہل ذمہ ہونا قتل سے مانع نہیں ہے جیسا کہ ابن الطلاع نے اقضیہ الرسول (۲۱۱/۱) اور شیخ الاسلام نے الصارم المسلول، ص:۲۵۳ میں بیان کیا ہے۔ سنن نسائی کے حاشیہ (۱۰۸/۷-۱۰۹) میں امام سندھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''ذمی آدمی جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف زبان درازی سے باز نہ آئے تو اس کا معاہدہ ختم اور اس کا قتل جائز ہے۔ اور معالم السنن (۱۹۹/۶) میں ہے ''امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہود ونصاریٰ میں سے کوئی بھی آپ کو گالی دے تو اسے قتل کیا جائے گا تا آنکہ وہ اسلام لائے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ذمی شخص اگر نبی ﷺ کو بُرا بھلا کہتا ہے تو اسے قتل کیا جائے گا اور اس کا ذمہ ختم ہو جائے گا۔ انھوں نے کعب بن اشرف جیسے شاتم رسول کے قتل والی مذکورہ حدیث سے استدلال کیا ہے۔

اسی طرح ایک اور شاتمِ رسول ابورافع یہودی کو اس کی بدگوئی کی سزا دینے کے لیے رسول اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں ایک گروپ بھیجا۔ یہ ملعون شخص ایک محفوظ قلعہ میں رہتا تھا مگر یہ جاں نثار صحابی رسول نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر اس کے سر پر جا پہنچے اور اسے جہنم رسید کیا۔ جلدی میں واپسی کے لیے مڑے تو سیڑھی سے گر کر ان کی ٹانگ

ٹوٹ گئی، اسے اپنے عمامہ سے باندھ کر قلعہ کے باہر آئے، مگر انتہائی تکلیف کے باوجود وہیں بیٹھ کر اپنے مشن کی تکمیل کی خوشخبری ملنے کا انتظار کرتے رہے۔ جب ابورافع کی موت کا اعلان سنا اور اطمینان ہوا تب واپس آکر نبی ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ساری بات سن کر ٹوٹی ہوئی ٹانگ پر ہاتھ پھیرا تو وہ اس طرح درست ہوگئی جیسے کبھی ٹوٹی نہ تھی۔

ایسا ہی ایک واقعہ ابوعفک یہودی کے بارے میں کتب حدیث میں مذکور ہے، اسے حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

غیر مسلموں کے عہدو پیمان کے تعلق سے سورۂ توبہ (آیت: ۱۲) میں ہے ﴿وإن نكثوا أيمانهم من بعد عهدهم وطعنوا في دينكم فقاتلوا أئمة الكفر إنهم لا أيمان لهم لعلهم ينتهون﴾ ''اور اگر عہد کرکے یہ لوگ عہدو پیمان کے بعد بھی اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو تم بھی ان صنادید کفر سے برسرِ پیکار ہو جاؤ، ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہ کرو۔ اور ان سے اس وقت تک قتال کرو جب تک باز نہ آجائیں۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ابوالفداء ابن کثیر رحمہ اللہ (۵۳۰/۲) لکھتے ہیں: ''أي: عابوه وانتقصوه ومن هنا أخذ قتل من سب الرسول ﷺ أو من طعن في دين الإسلام أو ذكره بنقص ''یعنی دین کی عیب جوئی اور تنقیص کی۔ اس تنقیص (کے مفہوم) سے شاتم رسول ﷺ کو قتل کرنے کا مسئلہ مستنبط کیا گیا ہے اور اس شخص کو قتل کیا جائے گا جو دین اسلام میں طعنہ زنی کرے یا اس کی تنقیص کرے۔ قتل کرنے کا یہی معاملہ- جیسا کہ سابقہ سطور میں گذر چکا ہے۔ مسلمانوں کے بارے میں بھی ہے یعنی جو مسلمان آپ ﷺ کو گالی دیتا ہے یا آپ کی تنقیص کرتا ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوکر کفر کے دائرہ میں قدم رکھ دیتا ہے اس پر تمام علماء کا اجماع ہے۔ کفایۃ الاخیار ۲/ ۷۳۶)

ارشاد ربانی ہے: ﴿قل أبالله وآياته ورسوله كنتم تستهزؤن. لا تعتذروا قد كفرتم بعد إيمانكم﴾ (التوبہ: ۶۵-۶۶) کہہ دو کہ کیا تم اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کا مذاق اڑا رہے تھے، (آج) تمہارا کوئی عذر قبول نہ ہوگا۔ یقیناً تم سب کافر ہو چکے ہو۔

یہ آیت کریمہ اس بارے میں صریح نص ہے کہ اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کے رسولوں کا استہزاء کرنا کفر ہے تو گالی دینا بدرجہ اولی کفر ہوگا۔ یہ آیت اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ جو شخص (خواہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو) ازراہِ حقیقت یا ازراہِ مذاق رسول اللہ ﷺ کی توہین کرتا ہے تو وہ کافر ہوجاتا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ الصارم المسلول ص: ۵۱۷ میں لکھتے ہیں: ''إن الساب-إن كان مسلما- فإنه يكفر ويقتل بغير خلاف، وهو مذهب الأئمة الأربعة وغيرهم'' گالی دینے والا اگر مسلمان ہو تو، وہ کافر ہوجاتا ہے اور بلا اختلاف واجب القتل ہے۔ یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے۔

مرتد- جو اسلام لانے کے بعد پھر کفر اختیار کرے- کے بارے میں سورہ بقرہ آیت: ۲۱۷ میں ہے: تم مسلمانوں میں سے جو اپنے دین سے پھر گیا اور کفر ہی کی حالت میں انتقال کر گیا تو اس کے اعمال دنیا و آخرت میں ضائع ہو جائیں گے وہ جہنمی ہوں گے۔ اسی جہنم میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ اور سورہ مائدۃ آیت: ۲۱ میں ہے: اپنی پشت کے بل روگردانی نہ کرو کہ پھر نقصان میں جا پڑو۔

نبی ﷺ نے مرتد کی سزا قتل سنائی ہے۔ بخاری (حدیث:۳۰۱۷) میں ہے ''من بدل دينه فاقتلوه'' جواپنا دین بدل دے یعنی اسلام کے بعد کفر اختیار کرلے، اسے قتل کردو، موطا امام مالک (۲/۱۱۶) میں ہے:''من غير دينه فاضربوا عنقه'' جواپنا دین بدل دے اس کی گردن اڑادو، بخاری ومسلم کی متفق علیہ (بحوالہ اللولوو المرجان حدیث نمبر: ۸۶۲) روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب فتح کے سال مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے جن لوگوں کے قتل کے بارے میں حکم صادر فرمایا ان میں ایک عبداللہ بن خطل بھی ہے۔ یہ شخص پہلے مشرف بہ اسلام تھا۔ اور نبی ﷺ کا عامل (تحصیلدار، گورنر) بھی تھا۔ ایک مرتبہ نبی ﷺ نے اسے کسی مہم کے لیے روانہ کیا۔ ساتھ میں اس کا خادم بھی تھا وہ بھی مشرف بہ اسلام ہو چکا تھا، ایک جگہ پڑاؤ ڈالا- اور اپنے خادم کو ایک بیل ذبح کرکے کھانا بنانے کا حکم دیا۔ تھکاوٹ کی وجہ سے خادم کو نیند آگئی اور سوگیا، کھانا تیار نہ ہوسکا۔ اس حرکت پر عبداللہ بن خطل طیش میں آیا۔ دیکھا آؤ نہ دیکھا تاؤ اسی جنون میں خادم کو قتل کرڈالا، اور مرتد ہوگیا۔ جب نبی ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر خانہ کعبہ کو دارالامان قرار دیا تو وہ خانہ کعبہ کے غلاف سے چمٹ گیا کیوں کہ اسے معلوم تھا کہ خانہ کعبہ میں قتل وخوں ریزی حرام ہے، لہذا جان بچ جائے گی، مگر جب نبی ﷺ کو اس کی اطلاع دی گئی تو آپ نے فرمایا (اقتلوہ) اسے قتل کردو۔ اگرچہ غلافِ کعبہ سے چمٹا ہوا ہے۔ چنانچہ سعد بن حریث اور عمار بن یاسر (اصابہ اور دیگر مصادر میں حضرت ابوبرزہ اسلمی کا ذکر بھی پایا جاتا ہے) اسے قتل کرنے کے لیے آگے بڑے۔ حجراسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اس کا کام تمام کردیا۔ اس واقعہ کے لیے دیکھئے: سنن النسائی (۴۰۷۲) اور أقضية الرسول ﷺ ۱/۲۶۳، ۲۶۶۔

سنن کبری ۸/۲۰۳ اور سنن دار قطنی ۳/۱۱۸ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن ایک مرتد عورت کے بارے میں حکم دیا کہ اگر توبہ کرلے تو اسے چھوڑ دو، ورنہ قتل کردو۔ اسی طرح خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ام قرفہ نامی عورت کو مرتد ہونے کی وجہ سے قتل کیا ہے۔ دار قطنی ۳/۱۱۴ بسند حسن بحوالہ سبل السلام ۳/۲۵۶، اور بخاری ومسلم کی مشہور متفق علیہ (بحوالہ اللؤلؤ والمرجان: ۱۰۹۱) میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کسی بھی شخص کا خون حلال نہیں جو یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں اور بے شک میں اللہ کا رسول ہوں مگر تین لوگوں کے جن کا خون حلال ہے۔ شادی شدہ زانی قتل کے بدلے میں قتل، اور وہ شخص جو مرتد ہوگیا اور مسلم جماعت سے نکل گیا۔

انہیں احادیث کے پیشِ نظر امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ فرماتے ہیں:''كل من شتم النبي – ﷺ – وتنقصه مسلما كان أو كافرا، فعليه القتل'' جو شخص خواہ مسلمان ہو یا کافر اگر نبی ﷺ کو گالی دیتا ہے یا ان کی تنقیص کرتا ہے تو اسے قتل کرنا واجب ہے۔ الصارم المسلول ص: ۳۰۰، ۵۲۵، ۵۳۲ وغیرہ۔

ایسے مرتد آدمی کو نہ غسل دیا جائے گا اور نہ ہی اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا بلکہ اسے یونہی پھینک دیا جائے گا۔ (كفاية الأخيار ۲/۷۳۶) ہاں اگر عفونت اور بدبو پھیلنے کی وجہ سے کسی گڑھے میں گاڑ دیا جائے تو بہتر ہے۔ (جاری)

☆☆☆

مہذب لباس کی اہمیت وافادیت

مولانا اسرار الحق قاسمی/ایم پی

انسانی زندگی میں لباس کی اہمیت مسلم ہے، کیوں کہ اس کے ذریعہ جسم چھپا رہتا ہے، کوئی بھی مہذب شخص نہیں چاہتا ہے کہ اس کا جسم برہنہ ہو، خاص طور پر جسم کا وہ حصہ جن کا چھپانا مرد وخواتین کے لیے ضروری ہے، ان کو ٹھیک طور سے چھپانا ہر سلیم الفطرت شخص چاہتا ہے، جو مرد وخواتین اپنے جسم کو نہیں ڈھانپنا چاہتے اور عریاں یا نیم عریاں رہنا پسند کرتے ہیں، وہ یقیناً انسانیت کی توہین کے مرتکب ہوتے ہیں، جسم کا چھپانا انسان کا فطری عمل ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قدیم ترین زمانہ میں جب انسان وسائل وذرائع سے محروم تھے، ان کے پاس کپڑا بھی نہ تھا، اور وہ تعلیم یافتہ بھی نہ تھے، پھر بھی وہ اپنے جسم کے خاص حصوں کو پتوں یا گھاس پھونس سے چھپایا کرتے تھے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ نبی نوع انسان نے ہر دور میں اپنے جسم کو چھپانا ضروری سمجھا، البتہ جہالت کی وجہ سے بہت سے لوگ متعدد مواقع پر اپنے اجسام کو اس طرح نہیں چھپاتے تھے، جس طرح چھپایا جانا چاہئے، اسلام نے نوع انسانی کو مہذب اور بہترین لباس پہننے کی ہدایت کی، لباس کس طرح کا ہونا چاہئے، لباس کے ذریعہ کن چیزوں کو چھپانا چاہئے؟ دین اسلام نے تمام چیزوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔

اسلام سے قبل لوگ لباس تو پہنتے تھے مگر اپنی شرمگاہوں اور جسم کے جن حصوں کو چھپانا بہت ضروری ہے انہیں چھپانے کو لباس کا بنیادی مقصد نہ سمجھتے تھے، بہت سے لوگ کھلی جگہوں میں قضائے حاجت کرنے کے لیے بیٹھ جاتے، کھلی جگہوں میں نہانے لگتے، جہالت کا عالم یہ تھا کہ کعبہ کا طواف برہنہ کیا جاتا تھا، اسلام نے آکر لباس کی اہمیت سے عوام الناس کو واقف کرایا اور اس طرح کے لباس کو پہننے کی ہدایت کی، جس سے ستر چھپ سکے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿یبنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سواتکم و ریشاو لباس التقوی ذلک خیر ذالك من آیات الله لعلهم یذکرون﴾ اے بنی آدم! ہم نے تمہارے اوپر لباس اتارا ہے، جس سے تمہاری ستر پوشی ہوتی ہے اور اس میں تمہارے لیے زینت وآرائش کا سامان بھی ہے، اور تقویٰ کا لباس سب سے بہتر ہے، اور یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے، امید ہے کہ لوگ نصیحت حاصل کریں گے، اس آیت میں لباس کا پہلا مقصد ستر پوشی بیان کیا گیا۔ یعنی لباس اس لیے اتارا گیا تاکہ ستر پوشی کا مقصد حاصل ہوسکے، پھر لباس انسان کی زینت کا سامان بھی ہے یعنی لباس انسان کے جسم پر اچھا بھی لگتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ وہ لباس جس سے ستر پوشی کا مقصد پورا نہ ہو اور اسے پہننے کے بعد بھی انسان برہنہ رہے تو

یہ تو ایسے ہوا جیسا کہ لباس پہنا ہی نہیں۔

المیہ یہ ہے کہ آج کے ترقی یافتہ اور مہذب کہے جانے والے دور میں بھی ایسے لباسوں کو اختیار کیا جارہا ہے جو جسم پر اچھے دکھائی دیں، لیکن ستر پوشی کے مقصد کو پیش نظر نہیں رکھا جارہا ہے، ظاہر سی بات ہے کہ جب ستر ہی نہیں چھپے گا تو لباس کا بنیادی مقصد حاصل نہیں ہوسکے گا، اور اس صورت میں لباس کے کوئی معنی باقی نہیں رہ جاتے، یہ اور زیادہ تشویشناک بات ہے کہ موجودہ دور میں ہیجان انگیز لباسوں کو زبردست مقبولیت حاصل ہورہی ہے، نئی نسل ان لباسوں کو پسند کررہی ہے، ایسے لباسوں کو چننے میں مردوں سے آگے خواتین ہیں، جنسی آوارگی کی حد تک اختیار کیے جانے والے لباسوں سے سماج میں انتشار پیدا ہورہا ہے، اور ماحول روز بروز پراگندہ ہوتا جارہا ہے، مردوخواتین کی شرم وحیا جو انمول شئے ہے بتدریج ختم ہوتی جارہی ہے، اسی وجہ سے روز بروز جنسی جرائم کا گراف بھی بڑھتا جارہا ہے، چنانچہ ایسے لباسوں کا تعین بہت زیادہ ضروری ہے، جس میں پوری طرح ستر پوشی ہوتی ہے، لباس کا انتخاب کرتے وقت ستر پوشی کو ترجیح دینی چاہئے۔ جہاں تک بات تن ڈھانپنے کے لیے کپڑے کی ہے تو اس کے گودام کے گودام بھرے ہوئے ہیں، مگر افسوس ہے کہ اس کے باوجود عہد حاضر کے بے شمار لوگ اپنے تن کو ڈھانپ نہیں پارہے ہیں، مردوں کے اتنے چست لباس چل پڑے ہیں کہ جسم کے سارے نشیب وفراز دکھائی دیتے ہیں، اگر بات عورتوں کے لباس کی کی جائے تو ان کے لباس اور زیادہ چست اور عریاں ہوتے ہیں۔ جنہیں پہن کر ان کا جسم چھپتا نہیں اور زیادہ نمایاں ہوتا ہے اس پر مستزاد یہ ہے کہ اس طرح کے کپڑوں کو پہننے والی عورتیں صرف گھروں میں نہیں بلکہ گلی کوچوں، بازاروں، ہوٹلوں، غرض ہر جگہ نظر آتی ہیں، جس سے معاشرہ میں پراگندگی پھیلتی ہے اور ماحول عریاں ہوتا ہے۔

اسلام ایسے لباسوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بہت سی عورتیں لباس پہن کر بھی بے لباس ہوتی ہیں، یہ دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں اور لوگ ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، یہ نہ جنت میں جائیں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی، جب کہ اس کی خوشبو بہت دور سے محسوس کی جائے گی''۔ اس حدیث سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ عریاں لباس پہننے کی اسلام میں ہرگز اجازت نہیں، وہیں اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ ایسی عورتوں کو جنت سے دور رکھا جائے گا اور وہ جنت کی خوشبو تک سے محروم رہیں گی، گویا کہ عریاں لباس پہننے والوں کے لیے یہ سزا ہے کہ انہیں جنت سے محروم کردیا جائے گا، یادرکھنا چاہئے کہ یہ سزا کوئی معمولی سزا نہیں ہے۔

لباس پہنتے وقت اس بات کا دھیان رکھیں کہ اس سے ستر پوری طرح چھپتا ہو، چنانچہ مردوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ گھٹنے سے لے کر ناف تک جسم چھپائے رہیں، وہ عورتیں جو کھلے ہوئے بازوؤں کے کپڑے پہنتی ہیں، درست نہیں، کھلا ہوا گلا دکھانا بھی درست نہیں، ایسے کپڑے جن سے ان کی پنڈلیاں نظر آئیں، وہ بھی درست نہیں، جس لباس میں ان کی کمر یا پیٹ کا

حصہ دکھائی دے، وہ بھی جائز نہیں، عورتوں کے لیے اپنے سروں اور بالوں کو غیر مردوں کے سامنے کھولنا بھی جائز نہیں، وہ لباس جو بظاہر پورے جسم کو ڈھانکتا ہو، لیکن اسے پہن کر جسم کے نشیب وفراز سب دکھائی دیتے ہوں وہ بھی درست نہیں جیسے جینس یا چست بنیان وغیرہ مذکورہ طرز کے لباسوں کو پہن کر باہر نکلنا یا غیر مردوں کے سامنے آنا قطعا درست نہیں، مردوں کو ریشمی لباس پہننے سے بھی منع کیا گیا ہے اور اس لباس سے بھی جسے پہن کر فخر وغرور ظاہر کرنا مقصود ہو۔ مکمل وساتر کپڑے اور پردہ کرنے کے بہت سے معاشرتی فوائد ہیں، جب کہ پردہ نہ کرنے اور ایسے کپڑے پہننے کے جن میں جسم نظر آئے بہت سے نقصانات ہیں یہی وجہ ہے کہ عورتوں کو پردہ میں رہنے کا حکم کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا (اے نبی! اپنی بیویوں بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں کو بتادیجئے کہ (باہر نکلیں تو) اپنے (چہروں) پر پلو لٹکا لیا کریں، اسی طرح وہ آسانی کے ساتھ پہچان لی جایا کریں گی اور ستائی نہ جائیں گی اور خدا ہی پردہ پوش اور مہربان ہے۔ اس آیت سے یہ بات تو صاف طور پر معلوم ہوتی ہے کہ خواتین پردہ کا پورا خیال رکھیں۔ دوسری یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ پردہ کرنے کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ وہ ستانے سے بچ جائیں گی، گویا کہ جس پردہ کے تعلق سے طرح طرح کے سوالات اٹھائے جاتے ہیں وہ خواتین کی حفاظت کا اہم ذریعہ ہے، صحابیات پردہ کا پورا اہتمام کرتی تھیں، اور مشکل سے مشکل حالات میں بھی بے پردہ نہیں ہوتی تھیں، واقعہ ہے کہ حضرت ام خلاد رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے شہید ہوگئے، حضرت ام خلاد اپنے بیٹے کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں لیکن اس موقع پر بھی ان کے چہرے پر نقاب پڑی ہوئی تھی، پردہ کے اس اہتمام کو دیکھ کر لوگوں نے معلوم کیا کہ بی بی اس وقت بھی تمہارے چہرے پر نقاب پڑی ہے، حضرت ام خلاد رضی اللہ عنہ نے اطمینان کے ساتھ جواب دیا کہ ہاں میں نے بیٹا کھویا ہے، اپنی حیا نہیں! مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ لباس وپردہ کے سلسلے میں اسلامی تعلیمات پر کما حقہ عمل پیرا ہوں، مغربی تہذیب اور موجودہ دور کی فیشن پرستی پر نہ جائیں، یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اہل مغرب اور وہ اقوام جو دور حاضر میں ترقی یافتہ ہیں وہ اپنا تہذیبی غلبہ چاہتی ہیں اور اس کے لیے ہر ممکن کوششیں کر رہی ہیں، خاص طور سے اس سلسلے میں ذرائع ابلاغ کو استعمال کیا جارہا ہے، چینلوں کے ذریعہ ایسے لباسوں وطریقوں کو عام کرنے کی کوشش کی جارہی ہے جو بے حیائی پر مبنی ہیں اور نئی نسل کو لبھانے والے ہیں، چنانچہ اس سلسلے میں بہت زیادہ محتاط ہونے کی ضرورت ہے۔

(بشکریہ ''نقیب'' ۲۴ر فروری ۲۰۱۴ء)

☆☆☆

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر

مولانا عبدالسلام مدنی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شخصیت سے کون واقف نہیں؟ امت کی ماں، امہات المومنین میں سب سے زیادہ حدیث کی روایت کرنے والی، اللہ کے رسول کی خانگی زندگی کے نشیب وفراز کو بیان کرنے والی، رسول کی سب سے کم سن اور چہیتی بیوی تھیں، آپ کی عمر اللہ کے رسول ﷺ سے عقد کے وقت کیا تھی اس سلسلہ میں ایک شاذ رائے کو اختیار کیا جارہا ہے اور عوام کے درمیان اس کو عام کرنے کی کوشش بھی کی جارہی ہے۔ استاذ محترم کی یہ تحریر اسی پس منظر میں قارئین ملاحظہ فرمائیں۔ (ع م)

۱- (۱)۵۱۳۳-قال البخاري: حدثنا محمد بن يوسف ...... عن عائشة: أن النبي ﷺ تزوجها وهي بنت ست سنين، وأدخلت عليه وهي بنت تسع، ومكثت عنده تسعا. (کتاب النکاح، باب إنكاح الرجل ولده الصغار)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے نکاح کیا تو وہ ۶ر سال کی تھیں، اور جب آپ کے پاس بھیجی گئیں تو ۹ر سال کی تھیں، اور آپ کے پاس ۹ر ہی سال رہیں۔ (بخاری شریف)

(۲)۵۱۳۴- قال البخاري: حدثنا معلى بن أسد ...... عن عائشة: أن النبي ﷺ تزوجها وهي بنت ست سنين، وبنى بها وهي بنت تسع سنين، قال هشام: وأنبئت أنها كانت عنده تسع سنين. (باب تزويج الأب ابنته من الإمام)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے نکاح کیا وہ ۶ر سالہ تھیں، اور بنا فرمایا تو ۹ر سال کی تھیں۔ ہشام راوی کہتے ہیں مجھے خبر دی گئی کہ وہ آپ کے پاس ۹ر ہی سال رہیں۔

بخاری شریف میں اس مضمون کی روایتیں کئی جگہ موجود ہیں۔ (بخاری شریف)

(۳) عن عائشة: أن النبي ﷺ تزوجها وهي بنت سبع سنين، وزفت إليه وهي بنت تسع سنين، ولعبها معها، ومات عنها وهي بنت ثماني عشرة. رواه مسلم. (مشکاۃ ج۲،ص۲۷۰)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے نکاح کیا جبکہ وہ ۷ر سالہ تھیں، اور رخصت کی گئیں تو وہ ۹ر سال کی تھیں اور کھلونے ان کے ساتھ تھے، اور وفات نبی ﷺ کے وقت وہ ۱۸ر سال کی تھیں۔ (مسلم شریف)

یہ تینوں صحیحین کی روایتیں ہیں، جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی عمر کے بارے میں بالکل صحیح اور صریح ہیں اور اہل علم میں سے کوئی بھی کسی متفق علیہ روایت کو کیسے جھٹلا سکتا ہے۔ اس لیے کہ میں نے کسی اہل علم سے یہ نہیں سنا ہے اور نہ ہی ان کی تحریر دیکھی ہے کہ متفق علیہ روایت وضعی، جھوٹی ہوتی ہے۔ العیاذ باللہ

۲- ۳۸۹۵- قال البخاري: حدثنا وهيب ...... عن عائشة: أن النبي ﷺ قال لها: أريتك في المنام

مرتين، أرى أنك في سرقة من حرير، ويقول: هذه امرأتك. فأكشف فإذا هي أنت، فأقول: إن يك هذا من عند الله يمضه. (كتاب مناقب الأنصار، باب تزويج النبي ﷺ عائشة، وقدومها بالمدينة، وبنائه بها)

حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا: خواب میں تم مجھے ۲/ بار دکھلائی گئیں، میں نے تمہیں ریشمی ٹکڑے میں دیکھا، فرشتہ نے مجھ سے کہا یہ آپ کی بیوی ہیں، میں نے جب کھولا تو تم تھیں، میں نے کہا اگر اللہ پاک کی جانب سے ایسا ہے تو اللہ اسے پورا فرمائے گا۔ (بخاری شریف)

اس وحی کی وجہ سے آپ نے حضرت عائشہ ؓ سے نکاح کا پیغام دیا اور نکاح کیا جب وہ ۶/ یا ۷/سال کی تھیں۔

پھر ۹/سال کی ہونے پر آپ نے رخصتی کرائی اور ماں باپ نے نکاح کے ڈھائی، تین سال کے وقفہ کے بعد رخصت کردیا۔ اس پورے عمل پر کسی کو تعجب کیوں ہے، اس پاکیزہ رشتہ میں اللہ کی رضا و مشیت شامل تھی اور اللہ اس کی حکمت و مصلحت کو خوب جانتا ہے، نیز بچی رخصت ہونے کے لائق ہے یا نہیں اس کو ماں باپ سے زیادہ کون جان سکتا ہے۔

۳- ہدایہ کی تاریخی روایت سے جو حضرت اسماء کے بارے میں ہے اس میں جوڑ باقی کا حساب لگا کر یہ کہا جاتا ہے حضرت عائشہ ؓ کی عمر ہجرت کے وقت ۱۷/برس تھی۔

جبکہ صحیحین وغیرہما کی صریح روایت کے پیش نظر وہ وفات نبی ﷺ کے وقت ۱۸/سال کی تھیں، اور یہ بھی کہ ۹/سال ہی انہیں رفاقت نصیب رہی۔ تو اب صحیحین کی روایت پر اعتماد اور اسے ترجیح دی جائے یا کسی دوسری تاریخی روایت کو بنیاد بنا کر حساب و کتاب کو؟

حدیث کی مشہور کتاب مشکاۃ المصابیح میں ذکر عائشہ میں حدیث صریح الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

"وأعرس بها ...... ولها تسع سنين، وبقيت معه تسع سنين، ومات عنها ولها ثماني عشرة سنة". (مشکاۃ ج ۲، ص ۶۱۲)

یعنی حضرت عائشہ جب ۹/سال کی تھیں تو رخصتی ہوئی، اور ۹/ ہی سال آپ کی رفاقت میں رہیں، اور جب نبی ﷺ کا انتقال ہوا تو ۱۸/سال کی تھیں۔

۴- محدثین کرام نے صغیر کے سماع حدیث کے سلسلہ میں ۵/سال کا ذکر کیا ہے اور ایک حدیث سے دلیل پکڑی ہے جو حضرت محمود بن الربیع ؓ کی ہے: "أنه عقل مجة مجها رسول الله ﷺ في وجهه من دلو في دارهم، وهو ابن خمس سنين". رواه البخاري. (الباعث الحثیث، ص ۱۰۸)

کہ حضرت محمود بن الربیع ؓ کو وہ کلی یاد ہے جو رسول اللہ ﷺ نے ان کے گھر کے ایک مشکیزہ سے پانی لے کر ان کے منہ پر کیا تھا، جبکہ ان کی عمر ۵/سال کی تھی۔ (بخاری شریف)

اس حدیث سے یادداشت کے عمر کی تحدید کی جاسکتی ہے نیز دنیا میں آج ۵/سالہ عمر مکتب میں پڑھنے کے لیے متعین ہے، اور نرسری و کے، جی میں پڑھائی کے لیے ۳/۴/سال کے بچوں کو ڈالا جاتا ہے، اور شریعت میں ۷/سالہ بچہ کو نماز ادا کرنے کا حکم دو ثابت ہے۔ ☆

کیا دین عقل پر مبنی ہے؟

ابوطلحہ بن محمد ابراہیم سلفی

دین کی اساس اور اس کی بنیاد کتاب اللہ وسنت صحیحہ پر رکھی گئی ہے، لیکن بہت سے محبان رسول ایسے بھی ہیں جو ضعیف وموضوع روایات کو اساس مان کر اس پر عمل کرتے نظر آتے ہیں، حالاں کہ ایسی روایات پر عمل کرنا قطعا درست نہیں۔ ایسے لوگوں کی دو قسم ہے: ایک وہ جنہیں ضعیف وموضوع کا علم نہیں اور دوسرے وہ جو حقائق جان لینے کے بعد بھی اپنی بات پر اڑے رہتے ہیں۔ آج کے مسلم معاشرہ میں ضعیف، موضوع اور من گھڑت روایات پر عمل کرنا عام چلن بن چکا ہے، اس کی بنیاد پر بہت سارے اعمال انجام بھی دیے جاتے ہیں۔ ان روایات کے بارے میں مسلم عوام کو حقائق سے مطلع کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اسی مقصد کے تحت یہ سلسلہ شروع کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ اسے امت کے لیے مفید بنائے اور ہمیں اخلاص عمل کی توفیق دے، آمین۔

"الدين هوالعقل، و من لا دين له، لا عقل له"

دین عقل پر مبنی ہے، جس کے اندر دین نہیں، اس کے پاس عقل نہیں۔

مذکورہ روایت کے بارے میں علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ روایت باطل ہے، اس کو امام نسائی نے ''الكنى'' میں اور دولابی نے ان سے ''الكنى والأسماء'' (۱۰۴/۲) میں ابو مالک بشر بن غالب بن بشر بن غالب سے، انہوں نے زہری سے، انہوں نے مجمع بن جاریہ سے، انہوں نے اپنے چچا سے مرفوعا روایت کیا ہے، پہلا جملہ یعنی ''الدين هوالعقل'' کو چھوڑ کر اور امام نسائی نے کہا: ''یہ حدیث باطل منکر ہے''۔

قلت: (علامہ البانی) اس روایت کے ضعیف ہونے کی سب سے بڑی وجہ بشر ہیں، اس لیے کہ وہ مجہول ہیں جیسا کہ ازدی نے کہا، اور امام ذہبی نے ''ميزان الاعتدال في نقد الرجال'' کے اندر اور عسقلانی نے ''لسان الميزان'' میں اس کی تائید کی ہے۔

اور حارث بن ابو اسامہ نے اپنی مسند (ق: ۱/۱-۱/۱۰۴-زوائدہ) میں داؤد بن محبر سے تیس سے بھی زائد حدیثیں عقل کی فضیلت میں نقل کی ہیں، علامہ حافظ ابن حجر نے ان تمام کو موضوع کہا ہے۔

انہیں میں یہ حدیث بھی ہے جس کو امام سیوطی رحمہ اللہ نے ''ذيل اللآلى المصنوعة في الأحاديث الموضوعة'' (ص: ۴-۱۰) میں ذکر کیا ہے، اور محمد طاہر الفتنی الہندی نے ''تذکرۃ الموضوعات'' (ص: ۲۹-۳۰) میں اس روایت کو امام سیوطی سے نقل کیا ہے۔

داؤد بن محبر کے بارے میں امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''العقل'' نامی کتاب شاید کہ انھوں نے تصنیف ہی نہیں

کی تھی، اُحمد نے کہا: انہیں معلوم ہی نہ تھا کہ حدیث کیا ہوتی ہے؟ اور ابو حاتم نے: ذاھب الحدیث غیر ثقہ کہا، دارقطنی نے متروک کہا، عبدالغنی بن سعید نے ان سے روایت کی اور کہا: ''العقل'' نامی کتاب کو میسرہ بن عبدربہ نے وضع کیا تھا، پھر ان سے داؤد بن محبر نے چرالیا، اور میسرہ کی اسانید کو چھوڑ کر دوسری سندوں سے اس کو ترتیب دے ڈالی، اور عبدالعزیز بن ابورجاء نے اس کو چرایا پھر سلیمان بن عیسی السجزی نے اسے چرالیا۔''

کتب حدیث میں علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ عقل کی فضیلت میں جتنی بھی حدیثیں وارد ہیں ان میں سے ایک بھی صحیح نہیں ہے، بلکہ وہ ضعیف وموضوع ہی کے دائرے میں آتی ہیں۔ ابوبکر بن ابی الدنیا نے اپنی کتاب ''العقل وفضله'' میں ان میں سے جتنی بھی روایات ذکر کی ہیں، میں نے ان کا تتبع اور چھان بین کی ہے، مگر ان کو بھی میں نے ایسا ہی پایا جیسا کہ ذکر کیا یعنی ان میں سے ایک بھی صحیح نہیں ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ اس کتاب کے مصحح شیخ محمد زاہد کوثری نے کیسے ان روایات سے چشم پوشی کی اور ان پر سکوت اختیار کیا؟ یہی نہیں بلکہ انھوں نے ص:۴ میں مؤلف کے ترجمے میں علمی تحقیق کے تقاضے کے خلاف اشارہ کیا۔ (بہر حال) اللہ تعالیٰ ان کی اور ہماری لغزشوں کو معاف فرمائے۔

علامہ ابن القیم نے ''المنار'' (ص:۲۵) میں فرمایا: عقل کے بارے میں وارد ساری کی ساری حدیثیں جھوٹی ہیں۔ (الضعیفة:۱/۵۳-۵۴)

☆☆☆

(بقیہ درس حدیث)

اس بات کی فکر ہونی چاہیے کہ اس کا پیشہ شرعا جائز اور طریقہ کار درست ہو، تاکہ اس کی کمائی حلال وپاکیزہ ہو، محرمات یا شبہات کی اس میں آمیزش نہ ہو، اس لیے کہ حلال کمائی کی اہمیت ایک مسلمان کے لیے بہت زیادہ ہے اور اس کمائی میں جو برکت، راحت اور سکون ہے وہ حرام کمائی سے کیونکر حاصل ہو۔

نیز اس حدیث میں اس بات کی بھی ترغیب ہے کہ معاشرہ کے زیادہ سے زیادہ افراد عمل وحرکت سے جڑ جائیں، دوسروں کے دست نگر رہ کر زندگی بسر نہ کریں، بلکہ اللہ نے انہیں جو قوت وصلاحیت دی ہے اس کو اپنے معاش کا ذریعہ بنائیں اور انسانی معاشرہ کو فیض پہنچائیں۔

اور جو لوگ سستی یا کاہلی کی وجہ سے میدان عمل میں آنے سے کتراتے ہیں اور اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے دوسروں پر انحصار کرتے یا بلا وجہ گداگری کے پیشہ کو اختیار کیے ہوئے ہیں، معاشرہ میں ایسے لوگوں کی ہرگز ہمت افزائی نہ ہو بلکہ ایسے لوگوں کو ایسا ماحول فراہم کردیا جائے کہ وہ عمل کی دنیا میں آنے اور اپنا جوہر دکھلانے پر مجبور ہوجائیں تاکہ اپنی گردش عمل کے ذریعہ گردش لیل ونہار کا مفید حصہ بن جائیں۔

☆☆☆

ایصال ثواب کے مشروع اور غیر مشروع طریقے

یاسر اسعد بن اسعد اعظمی/ عالم ثانی

زندگی اور موت اللہ رب العالمین کے ہاتھ میں ہے۔اس نے انسانوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔عبادت ہر اس قول وعمل کا نام ہے جسے اللہ کی قربت اور محبت حاصل کرنے کی غرض سے کیا جائے اور جس سے وہ راضی ہو۔نیک اعمال پر رب العزت نے بندوں سے اجروثواب کا وعدہ کیا ہے اور بُرے کاموں پر اپنے عذاب سے ڈرایا ہے۔یہی اجروثواب انسانوں کے لیے جہنم سے نجات اور جنت میں دخول کا سبب بنتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک معینہ مدت تک کے لیے پیدا فرمایا ہے،اس کے بعد اس کے لیے موت کا فیصلہ مقرر ہے۔ موت کے بعد انسان کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے اور وہ ہر شئے سے محروم ہوکر قبر میں داخل ہوجاتا ہے۔قبر کے وحشت کدے میں دھن دولت اور مال وثروت کو کوئی نہیں پوچھتا۔یہاں سے بندے کی ابدی زندگی کی شروعات ہوتی ہے جس کی خوشحالی کا دارومدار ایمان اور اعمال صالحہ پر ہے،جنہیں اس نے دنیاوی زندگی میں انجام دیا تھا،اب اسے ثواب کمانے کا کوئی موقع نہیں ہے۔مگر شریعت مطہرہ نے کچھ ایسے راستوں کی نشاندہی کی ہے جن کے ذریعہ انسان کو بعد از مرگ بھی فائدہ یا ثواب پہنچتا ہے۔ان شرعی طریقوں کے علاوہ کچھ اور بھی طریقے انسانوں نے ''ایصال ثواب'' کے نام پر ایجاد کر لیے ہیں جن کا شریعت سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔زیر نظر مقالہ انہی دونوں طریقوں اور ان کے مالہ وماعلیہ پر مشتمل ہے۔

مشروع طریقے:

شریعت اسلامیہ نے کچھ ایسے راستے بتلائے ہیں جن پر عمل کرنے سے واقعی میت کو ثواب پہنچتا ہے،ذیل کے سطور میں ان کا تذکرہ کیا جارہا ہے:

ا-دعا: دعا عظیم اسلامی عبادات میں سے ہے۔یہ تعظیم،رغبت،خوف،امید اور عاجزی کے اظہار کے ساتھ اللہ سبحانہ سے طلب کرنا ہے۔میت کو ثواب پہنچانے کے جو طریقے کتاب وسنت میں بیان کیے گئے ہیں ان میں دعا کو بہت اہم مقام حاصل ہے۔میت کے لیے دعا کا عمل وفات کے فوراً بعد سے شروع ہوجاتا ہے۔میت کے لیے دعا کی کئی شکلیں ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

(أ) نماز جنازہ ادا کرنا: نماز جنازہ ایصال ثواب کے سلسلے کی پہلی کڑی ہے۔اس کا ایک بڑا حصہ میت کے حق میں دعا واستغفار پر مشتمل ہوتا ہے۔جنازہ کی دعا نبی اکرم ﷺ نے عملی طور پر سکھادی ہے: عن أبي إبراهيم الأنصاري عن أبيه أنه سمع النبي ﷺ يقول في الصلاة على الميت: " اللهم اغفرلحينا و ميتنا و شاهدنا وغائبنا وذكرنا و أنثانا، وصغيرنا وكبيرنا.''[1]

[1] رواہ النسائی،رقم الحدیث:۱۹۸۶،کتاب الجنائز،باب الدعاء وصححہ الألبانی۔

ابو ابراہیم انصاری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کو نماز جنازہ میں یہ دعا کرتے ہوئے سنا: ''اے اللہ! ہم میں جو زندہ ہیں اور جو مردہ ہیں اور جو حاضر ہیں اور جو غائب ہیں اور ہم میں جو مرد ہیں اور جو عورتیں ہیں اور جو چھوٹے ہیں اور جو بڑے ہیں، ان سب کو بخش دے۔''

نماز جنازہ میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ہو تو میت کو بھی اس کا فائدہ پہنچتا ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ما من میت یصلی علیه أمة من المسلمین یبلغون مائة کلهم یشفعون له، إلا شفعوا فیه''[1]

یعنی میت پر نماز جنازہ پڑھنے والے مسلمانوں کی تعداد اگر سو تک پہنچتی ہے اور وہ لوگ میت کے بارے میں سفارش کرتے ہیں تو وہ قبول کی جاتی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نماز جنازہ کا ایصال ثواب کے باب میں بہت اہم مقام ہے۔

(ب) ثابت قدمی کی دعا کرنا: میت کو جب قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ کچھ ایسے احوال پیش آتے ہیں جو انتہائی سخت ہوتے ہیں۔ اس لیے نبی اکرم ﷺ نے تاکید فرمائی ہے کہ کچھ وقت قبر کے پاس کھڑے رہ کر اس کی ثابت قدمی کی دعا کی جائے جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو کچھ دیر ٹھہرتے اور فرماتے کہ: ''استغفروا لأخیکم و اسألوا له بالتثبیت فإنه الآن یسأل''۔[2]

یعنی اپنے بھائی کے لیے مغفرت کی دعا کرو اور ثابت قدمی کا سوال کرو کیوں کہ ابھی اس سے سوال کیا جا رہا ہے۔

(ج) مسلمان بھائی کا دعا کرنا: ایک مسلمان بھائی کی خلوص دل سے دعا بھی میت کو نفع پہنچا سکتی ہے۔ یہ دعا کسی مقام، وقت اور حالت کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کے اندر ارشاد فرماتا ہے: ﴿والذین جاء وا من بعدهم یقولون ربنا اغفرلنا ولإخواننا الذین سبقونا بالإیمان ولا تجعل في قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا إنك رؤف رحیم﴾ [3] (اور جو ان (صحابہ کرام) کے بعد آئیں جو کہیں گے کہ اے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایمان داروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ نہ ڈال۔ اے ہمارے رب بے شک تو شفقت و مہربانی کرنے والا ہے۔ (جونا گڈھی)

مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ عبدالرحمٰن السعدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''وهذا من فضائل الإیمان أن المؤمنین ینتفع بعضهم ببعض، و یدعو بعضهم لبعض لسبب المشارکة في الإیمان المقتضي لعقد الأخوة بین المؤمنین التي من فروعها أن یدعو بعضهم لبعض، و أن یحب بعضهم بعضا''۔[4] یعنی

---

[1] رواہ مسلم، رقم الحدیث: ۹۴۷، کتاب الجنائز، باب من صلی علیه مائة شفعوا فیه۔

[2] رواہ أبوداؤد، رقم الحدیث: ۳۲۲۱، کتاب الجنائز، باب الاستغفار عند القبر للمیت، وصححه الألبانی۔

[3] الحشر: ۱۰

[4] تیسیر الکریم الرحمٰن للسعدي، ص: ۱۲۰۰

ایمان کے خصائص میں سے یہ بات بھی ہے کہ اہل ایمان ایک دوسرے سے نفع اٹھاتے ہیں اور ایک دوسرے کے لیے دعا کرتے ہیں کیوں کہ وہ بھی ان کے ساتھ ایمان میں شریک ہیں، ایسا ایمان جو مومنین کے درمیان اخوت کا متقاضی ہے اور اخوت کا تقاضہ ایک دوسرے کے لیے دعا کرنا اور آپس میں محبت رکھنا ہے۔" لہذا ایک مسلمان کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے بھائی کے لیے موت کے بعد بھی دعا کرے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایسی دعاؤں کے قبول ہونے کی بشارت دی ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ایک مسلمان کی اپنے مسلمان بھائی کے لیے دعا، اس کی عدم موجودگی میں، قبول ہوتی ہے۔ اس کے پاس ایک فرشتہ متعین کردیا جاتا ہے، جب بھی وہ اپنے بھائی کے حق میں دعا کرتا ہے تو فرشتہ آمین کہتا ہے اور کہتا ہے کہ تجھے بھی اسی طرح ملے۔" [۱]

(د) اولاد صالحہ کا دعا کرنا: انسان اپنی اولاد کی صالح تربیت کرکے اس کو اپنے لیے بعد از مرگ فائدہ اور ثواب کا ذریعہ بنا سکتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: "إذا مات الإنسان انقطع عنه عمله إلا من ثلاثة إلا من صدقة جارية، أو علم ينتفع به، أو ولد صالح يدعوله"۔ [۲]

انسان جب مرجاتا ہے تو اس کے سارے اعمال منقطع ہوجاتے ہیں سوائے تین چیزوں کے۔ ۱-صدقہ جاریہ ۲-ایسا علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے ۳-نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔

(ر) زیارت قبر کے وقت مغفرت کی دعا: میت کو نفع پہنچانے والے اعمال میں زیارت قبر کے وقت مغفرت کی دعا بھی ہے۔ نبی کریم ﷺ سے زیارت قبرستان کے موقع کی کئی دعائیں مروی ہیں۔ ان میں سے ایک دعا کے الفاظ اس طرح ہیں: "السلام على أهل الديار من المؤمنين والمسلمين، يرحم الله المستقدمين منا والمستأخرين، وإنا إن شاء الله بكم لا حقون" [۳]

مومن و مسلمان قبر والوں پر سلامتی ہو، اللہ ہمارے اگلوں اور پچھلوں پر رحم فرمائے اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم تم سے عنقریب ملنے والے ہیں۔

۲- صدقہ جاریہ: صدقہ جاریہ ہر وہ نیک عمل ہے جس کو میت نے جاری کیا ہو یا اس کی طرف سے جاری کیا جائے اور اس کی وفات کے بعد بھی لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ثواب وفات کے بعد بھی انسان کو پہنچتا ہے۔

صدقہ جاریہ کی کئی شکلیں ہیں جن کو مولانا مختار احمد ندوی رحمہ اللہ نے یوں بیان کیا ہے: "بخاری، مسلم اور ابن ماجہ وغیرہ کی احادیث کو جمع کرنے سے ایسے صدقات جاریہ کی تعداد دس تک پہنچتی ہے۔ (۱) علم سکھانا (۲) نیک بچے کی دعا

---

[۱] رواہ مسلم، رقم الحدیث: ۲۷۳۲، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، باب فضل الدعاء للمسلمین بظہر الغیب۔

[۲] رواہ مسلم، رقم الحدیث: ۱۶۳۱، کتاب الوصیۃ، باب مایلحق الانسان من الثواب بعد وفاتہ۔

[۳] رواہ مسلم، رقم الحدیث: ۹۷۴، کتاب الجنائز، باب مایقال عند دخول القبور والدعاء لأھلھا۔

(۳) قرآن مجید چھوڑ جانا (۴) مسجد بنوانا (۵) سرائے تعمیر کرانا (۶) نہر جاری کرانا (۷) کوئی صدقہ جو حیات اور صحت کی حالت میں کیا ہو (۸) مردہ سنت کو زندہ کرنا (۹) جہاد میں مرنا (۱۰) درخت لگانا یا کھیتی بونا''۔ [1]

۳-قرض کی ادائیگی: اگر کسی انسان کے ذمے کچھ قرض ہو اور وہ وفات پا جائے تو اس کے قرض کی ادائیگی ضروری ہے خواہ کسی کی بھی جانب سے ادا کیا جائے۔اس سے میت کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔بایں طور کہ میت کی روح قرض کی ادائیگی تک معلق رہتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:''نفس المؤمن معلقة بدينه حتى يقضى عنه''۔ [2]

۴-میت کی جانب سے صدقہ کرنا: اگر میت کی جانب سے صدقہ کیا جائے تو اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ میرے والد وفات پا چکے ہیں اور وصیت نہیں کی تو کیا اگر میں ان کی جانب سے صدقہ کروں تو یہ ان کو فائدہ دے گا؟ آپ نے فرمایا''ہاں''۔ [3]

۵-میت کی جانب سے نذر کے روزے رکھنا: انسان کو موت کے بعد ثواب پہنچانے والے اعمال میں سے اس کے نذر کے روزوں کو پورا کرنا ہے جنہیں وہ پورا نہ کر سکا اور اس کی وفات ہوگئی۔واضح رہے کہ یہ روزے میت کے قریبی رشتہ دار اور ولی رکھیں گے۔نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:''من مات وعليه صيام صام عنه وليه'' [4] جو شخص اس حال میں انتقال کر جائے کہ اس کے ذمہ روزے ہوں تو اس کی جانب سے اس کا ولی روزہ رکھے گا۔(☆)

مذکورہ بالا طریقوں کے علاوہ بھی مشروع ایصال ثواب کے کئی راستے ہیں مثلاً علم نافع اور نیک کام کی بنیاد ڈالنا وغیرہ، مگر ان سب کی تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔

غیر مشروع طریقے:

ایصال ثواب کے نام پر لوگوں نے مختلف قسم کی بدعات ایجاد کی ہیں اور نت نئے طریقے نکالے ہیں جو شرعی تعلیمات کے منافی ہیں۔ان میں سے بعض طریقوں کا تذکرہ سطور ذیل میں کیا جا رہا ہے:

۱-قرآن خوانی کرنا: ایصال ثواب کے غیر مشروع طریقوں میں سے ایک مشہور طریقہ قرآن خوانی کا ہے۔اس کے ذریعہ مُردوں کو''ثواب'' پہنچانے کا رواج اب تقریباً ہر جگہ عام ہوگیا ہے اور اس رسم نے پیشے کی صورت اختیار کر لی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ ایک بدعت ہے اور اس کا شریعت سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

---

[1] قرآن خوانی اور ایصال ثواب،از مولانا مختار احمد ندوی،ص:۷

[2] رواہ الترمذي،رقم الحديث:۱۰۷۹،کتاب الجنائز،باب ماجاء عن النبي ﷺ أنه قال نفس المؤمن.....،وصححه الألباني

[3] رواہ مسلم،رقم الحديث:۱۶۳۰،کتاب الوصية،باب وصول ثواب الصدقات إلى الميت

[4] رواہ البخاري:رقم الحديث:۱۹۵۲،کتاب الصيام،باب من مات وعليه صوم۔

(☆)اس حدیث کے عموم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر میت کے فرض روزے چھوٹے ہوئے ہوں تو اس کی قضا بھی کی جائے گی۔(ادارہ)

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اپنے ایک مضمون ''مسئلہ ایصال ثواب کا ایک تحقیقی جائزہ'' میں رقمطراز ہیں:

''قرآن خوانی بدنی عبادت ہے۔ جیسے نماز روزہ بدنی عبادات ہیں، اور عبادات بالخصوص بدنی عبادات ایک دوسرے کی طرف سے ادا نہیں کی جاسکتیں۔ کوئی شخص نماز پڑھ کر کسی فوت شدہ کو ثواب نہیں پہنچا سکتا، اس لیے کہ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ محض ہمارے مفروضے پر کسی کو ثواب نہیں پہنچ سکتا....'' [۱]

قرآن کریم زندوں کے لیے آیا ہے ﴿لینذر من کان حیا﴾ [۲] ''تاکہ وہ (قرآن) ہر اس شخص کو آگاہ کردے جو زندہ ہو'' (جوناگڈھی) لیکن زندے عمل نہ کریں اور مرنے کے بعد کرایے پر پڑھوا کر اس کو نجات کا ذریعہ سمجھیں تو کیا یہ قرآن جیسی باعظمت کتاب کا احترام ہے؟

۲- قبر پر قرآن پڑھنا: ایصال ثواب کی بدعات میں سے قبر پر قرآن پڑھنا بھی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لا تجعلوا بیوتکم مقابر، إن الشيطان ینفر من البیت الذي تقرأ فیه سورة البقر'' [۳] یعنی اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے اس سے شیطان بھاگتا ہے۔ ''اس حدیث سے اشارتاً ثابت ہوتا ہے کہ قبرستان مقام قرأت نہیں ہے کیوں کہ گھروں میں قراءت کا حکم دیا گیا ہے اور ان کو قبریں بنانے سے منع فرمایا گیا ہے'' [۴]

۳- تیجہ، دسواں، چالیسواں اور برسی وغیرہ کرنا: تیجہ، دسواں، چالیسواں اور برسی منانا وغیرہ رسوم کا چلن آج بعض مسلم طبقوں میں عام ہو چکا ہے اور ان کو ایصال ثواب کا ایک ذریعہ سمجھا جاتا ہے حالانکہ یہ سب بدعات میں سے ہیں۔ ان میں سوائے فضول خرچی اور وقت کی بربادی کے کچھ نہیں ہے۔ میت کی جانب سے صدقہ کرنا ایک مستحب عمل ہے۔ مگر دن کی تعیین کے ساتھ اور غیروں کی مشابہت میں صدقہ کرنا اور غریبوں کو کھلانے کا سنت سے کوئی ثبوت نہیں ہے۔

۴- قبروں پر چراغاں کرنا: میت کو نفع پہنچانے کی غرض سے جو غیر مشروع اعمال انجام دیے جاتے ہیں ان میں سے قبروں پر روشنی کرنا بھی ہے۔ یہ اسراف، مال کا ضیاع اور مجوسیوں کی مشابہت کا ذریعہ ہے کیوں کہ مجوس آگ کے پجاری ہیں۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ ''الزواجر'' میں رقمطراز ہیں: ''ہمارے اصحاب نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ قبر پر چراغاں کرنا حرام ہے خواہ وہ معمولی سی ہی کیوں نہ ہو۔ اگر اس سے مقصود قبر یا قبر والے کو نہیں بلکہ کسی راہ گیر یا وہاں موجود شخص کے لیے روشنی کا انتظام کرنا ہو تو جائز ہے۔ اس کی حرمت کی علت یہ ہے کہ اس میں اسراف اور تشبہ بالمجوس ہے لہذا اس کا کبیرہ ہونا کچھ بعید نہیں''۔ [۵]

---

[۱] ہفت روزہ الاعتصام، ۱۷-۲۳/فروری ۲۰۱۲ء ص:۱۳، قسط:۴
[۲] یسین: ۷۰
[۳] رواہ مسلم، رقم الحدیث: ۷۸ باب صلاۃ المرسلین وتقصیرھا
[۴] احکام جنائز، از: محمد عبدہ فیروز پوری، ص: ۲۰۷
[۵] الزواجر عن اقتراف الکبائر، از: ابن حجر العسقلانی ص: ۴۳۲

۵-قبروں پر پھول چڑھانا: قبروں پر پھول چڑھانا بھی ایصال ثواب کی بدعات میں سے ہے۔اس سلسلے میں اہل بدعت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے کھجور کی ٹہنی کے دو ٹکڑے کیے اور ان کی دو قبروں پر رکھ دیا اور فرمایا کہ:''لعله أن يخفف عنهما ما لم ييبسا''یعنی ممکن ہے کہ ان کے خشک ہونے تک اللہ تعالیٰ ان (قبر والوں) سے عذاب قبر میں تخفیف فرمادے۔مولانا محمد عبدہ فیروز پوری اپنی کتاب''احکام جنائز''میں اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:''کھجور کی ٹہنی میں ذات خود اثر نہ تھا، بلکہ یہ نبی ﷺ کے ساتھ ہے۔اگر (ٹہنی میں) اثر ہوتا تو صحابہ کرام عمل کرتے۔یہ آپ ﷺ کی برکت تھی۔''[۱]

۶-پندرہویں شعبان کی رات میں روحوں کی آمد کا عقیدہ رکھنا اور ایصال ثواب کے لیے نماز پڑھنا: بعض لوگ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ پندرہویں شعبان کی شب میں روحیں آسمان سے نازل ہوتی ہیں۔لہذا ان کو ثواب پہنچانے کی غرض سے طرح طرح کی خرافات انجام دیتے ہیں۔وہ لوگ دلیل کے طور پر یہ آیت کریمہ پیش کرتے ہیں:﴿تنزل الملائكة والروح فيها بإذن ربهم من كل أمر﴾[۲] یعنی (اس میں (ہر کام) کے سرانجام دینے کو اپنے رب کے حکم سے فرشتے اور روح اترتے ہیں) (جوناگڈھی) وہ اس رات سے مراد نصفِ شعبان کی رات لیتے ہیں جو دوسری صریح قرآنی آیتوں کے بالکل خلاف ہے۔یہاں جس رات کا تذکرہ ہے وہ لیلۃ القدر اور روح سے مراد عام روحیں نہیں بلکہ جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔[۳] نیز اس کی فضیلت میں کچھ ضعیف احادیث پیش کی جاتی ہیں جو قابل استدلال نہیں ہیں بلکہ بعض علماء نے ان کو موضوع قرار دیا ہے۔لہذا پندرہویں شعبان کی شب ایصال ثواب کی غرض سے اس طرح کے اعمال انجام دینا سنت کے خلاف ہے۔

یہ چند طریقے ہیں جو انسان کو موت کے بعد فائدہ پہنچانے کی غرض سے ایجاد کیے گئے ہیں۔اس کے علاوہ اور بھی کئی شکلیں ہیں جن کو شمار کرنا اس مختصر مقالے میں ممکن نہیں ہے۔لہذا ہم ان کو قلم انداز کرتے ہیں۔یہ تمام طریقے بدعت ہیں اور ان پر''كل بدعة ضلالة و كل ضلالة في النار''[۴] کا حکم جاری ہوگا۔

اللہ رب العزت ہمیں دین کے معاملے میں صحیح فہم عطا فرمائے اور ہر طرح کی بدعات وخرافات سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

اللهم أرنا الحق حقا وارزقنا اتباعه۔ و أرناالباطل باطلا وارزقنا اجتنابه۔

☆☆☆

---

[۱] احکام جنائز، ص:۲۲۳۔ [۲] القدر:۴۔

[۳] تفسیر احسن البیان، از: حافظ صلاح الدین یوسف، ص:۱۴۱۹۔

[۴] رواہ مسلم: کتاب الجمعۃ، باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ، رقم الحدیث:۸۶۷۔

فرقۂ نُصَیرِیَّہ: ایک تعارف

ضمیر أحمد خان شفیق أحمد خان سلفی

عالم اسلام کے جوممالک اس وقت شدید ترین خانہ جنگی کے شکار ہیں ان میں شام سرفہرست ہے، شام کے موجودہ حاکم بشارالاسد نصیری فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں، جو ایک غالی رافضی فرقہ ہے اور اس کا شمار باطنی فرقوں میں ہوتا ہے، یہ اہل سنت کے دشمن ہیں اور اس وقت ان پر ظلم وستم کے تمام حدوں کو توڑ دیا ہے، شام کے اس ظالم حاکم کی کارستانیوں کا اندازہ میڈیا کے ذریعہ لگایا جاسکتا ہے۔ درج ذیل تحریر اس نصیری فرقہ کی حقیقت انکشاف کرتی ہے۔ (ادارہ)

فرقۂ نصیریہ کی ابتدا:

فرقۂ نصیریہ باطنی فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے، اس کا یہ نام محمد بن نصیر نمیری کی طرف نسبت کرنے کی وجہ سے پڑا، محمد بن نصیر تیسری صدی ہجری کا آدمی تھا، جس کا شمار غالی شیعہ میں کیا جاتا ہے، اس لیے کہ اس فرقہ کے لوگوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے تعلق سے غلو کیا اور ان کی الوہیت کا دعوی کیا اور تناسخ ارواح (آواگون) کے عقیدے کو اختیار کرلیا۔ (۱)

بانی مذہب کا تعارف:

محمد بن نُصیر، اس فرقے کا بانی ہے، اس کی کنیت ابوشعیب تھی، ۲۷۰ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ (۲)

فرقۂ نصیریہ کا مسکن:

ان کا مسکن ان پہاڑوں پر ہے، جو لاذقیہ سے معروف ہے، سوریا، ترکی، شمالی لبنان، فارس، ترکستان، کردستان وغیرہ کے علاقوں میں اس کے پیروکار موجود ہیں۔ (۳)

فرقۂ نصیریہ کے بنیادی عقائد:

نصیریہ کے بنیادی عقائد میں سے یہ ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے محمد ﷺ کو پیدا کیا اور محمد ﷺ نے سلمان فارسی کو پیدا کیا اور سلمان فارسی نے مقداد کو پیدا کیا اور مقداد نے لوگوں کو پیدا کیا، اس لیے یہ لوگ حضرت علی بن ابی طالب

(۱) الحرکات الباطنیۃ فی العالم الاسلامی ص: ۳۲۱، والموالات والمعادات فی الشریعۃ الاسلامیۃ ص: ۵۶۵۔

(۲) کتاب الغنیۃ للطوسی ص ۲۴۱۔

(۳) العلویین أو النصیریۃ ص ۲۳۔

رضی اللہ عنہ کولوگوں کا رب شمار کرتے ہیں۔(۱) یہ لوگ تناسخ وحلول کے قائل تھے، جس کا مطلب یہ ہے کہ موت کے بعد ایک نئی زمینی زندگی کا آغاز ہوتا ہے، جس میں انسان کے اچھے اور برے اعمال کے مطابق بدلہ دیا جاتا ہے، خواہ جانوروں کی شکل میں یا نباتات وجمادات کی شکل میں۔ دراصل اس عقیدے کی آڑ میں یہ لوگ ثواب وعقاب اور جنت وجہنم کا انکار کرتے تھے، ان لوگوں کا عقیدہ یہ تھا کہ نیک روحیں ستاروں میں حلول کرجاتی ہیں، اس لیے یہ لوگ علی رضی اللہ عنہ کو أمیر النحل یا أمیر النجوم کہتے ہیں، اور بری روحیں جانوروں کے جسموں میں حلول کرجاتی ہیں جو ان کی نظر میں نجس ہوتی ہیں جیسے سور، بندر، گیدڑ اور نیولے وغیرہ۔(۲)

فرقہ نصیریہ کا دعویٰ الوہیت:

علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا دعوی محمد بن نصیر سے قبل سبائیوں (عبداللہ بن سبا کے ماننے والوں) نے کیا تھا، ان کا عقیدہ تھا کہ معبود، یہ علی رضی اللہ عنہ کے اندر اس طرح حلول کرگیا ہے کہ وہ غیب کو جاننے لگے ہیں۔(۳)

عقائد ونظریات:

ابتدائے آفرینش سے لے کر اب تک یہ انسانوں کے اندر معبود کے حلول کر جانے کے قائل ہیں، جس کے سات ادوار ہیں:

پہلا دور: معبود ہابیل کے اندر حلول ہوا، اس وقت کے نبی آدم علیہ السلام تھے۔

دوسرا دور: شیث علیہ السلام کے اندر حلول کرگیا، اس وقت کے نبی آدم علیہ السلام تھے۔

تیسرا دور: الوہیت منتقل ہوئی سام بن نوح کی طرف، اس وقت کے نبی حضرت نوح علیہ السلام تھے۔

چوتھا دور: معبود حلول کیا اسماعیل علیہ السلام کے اندر، اس وقت کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔

پانچواں دور: الوہیت منتقل ہوئی ہارون علیہ السلام کی طرف، اس وقت کے نبی حضرت موسی علیہ السلام تھے۔

چھٹا دور: الوہیت منتقل ہوئی شمعون صفا کی طرف جو کہ نصاری کے اندر معروف شخص تھے، اس وقت کے نبی حضرت عیسی علیہ السلام تھے۔

ساتواں دور: الوہیت منتقل ہوئی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے اندر، اس وقت کے نبی حضرت محمد ﷺ تھے۔(۴)

علی رضی اللہ عنہ ان کی نظر میں باطن میں معبود اور ظاہر میں امام تھے، نہ تو علی رضی اللہ عنہ نے کسی کو پیدا کیا اور نہ ہی وہ کسی سے پیدا ہوئے، نہ ہی وہ مرے اور نہ ہی وہ قتل کیے گئے، نہ تو وہ کھاتے ہیں نہ تو پیتے ہیں۔(۵) نصیریہ عبدالرحمٰن بن ملجم

(۱) تاریخ الاسلام السیاسی والدینی والثقافی والاجتماعی ص ۲۶۶۔ (۲) الحلویون اوالنصیریۃ ص ۶۳۔
(۳) الملل والنحل للشہرستانی: ۲/ ۲۱۱۔ (۴) الحرکات الباطنیۃ فی العالم الاسلامی ص ۳۳۳۔
(۵) اسلام بلامذہب ص ۳۳۵۔

کی تعظیم کرتے ہیں جو کہ علی رضی اللہ عنہ کا قاتل تھا اور اسے روئے زمین کا سب سے افضل شخص قرار دیتے ہیں۔(۱) یہ بھی عقیدہ رکھتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آسمان وزمین کی پیدائش سے پہلے موجود تھے۔(۲)

فرقہ نصیریہ کے عقائد ثواب وعقاب کے سلسلے میں:

ان کا عقیدہ ہے کہ انسانی روح جب جسم سے جدا ہوتی ہے تو وہ ایک دوسرا روپ اختیار کرلیتی ہے اور یہ روپ اس کے ایمان یا کفر کے مطابق ہوتا ہے۔ اور یہ لوگ جنت وجہنم، ثواب وعقاب کے منکر ہیں۔(۳)

فرقہ نصیریہ اور صحابہ کرام:

اس فرقہ کے لوگ سلمان فارسی کی بہت زیادہ تعظیم کرتے ہیں، اسی طرح ایتام خمسہ (مقداد، ابوذر غفاری، عبداللہ بن رواحہ، عثمان بن مظعون، قنبر بن قعدان) ان صحابہ کرام کی تعظیم کرتے ہیں جو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے خادم تھے، لیکن باقی صحابہ کرام کے بارے میں ان کا موقف عداوت وبغض پر مبنی ہے، اور یہ لوگ ان کو ظالم قرار دیتے ہیں، خاص طور سے حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کو گالی گلوج دیتے ہیں۔(۴)

فرقہ نصیریہ کے اندر شراب کی تعظیم:

شراب کو یہ لوگ حلال سمجھتے ہیں، اسے اولیاء اللہ کی صفت قرار دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ شراب ان لوگوں پر حرام کی گئی، جو اللہ کا انکار کرتے یعنی علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں۔(۵)

اعدائے اسلام کے ساتھ فرقہ نصیریہ کا تعاون:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نصیریین ہمیشہ اسلام کے دشمن رہے ہیں، یہ نصاری کے ساتھ ساتھ شانہ بہ شانہ رہتے ہیں، مسلمانوں کے خلاف ان لوگوں نے صلیبیوں کی مدد کی اور اسلام کو ناپید کرنے کے لیے یہ تاتاریوں کے ساتھ بھی رہے۔ اور ابن العلقمی نے تاتاریوں کے بادشاہ ہلاکو خاں کو بلایا اور پورے بغداد کو تاراج کرایا، اور نصیر الدین طوسی بھی اس کے خاص لوگوں میں سے تھا جو کہ غالی رافضی تھا۔(۶)

اسلام کا حکم نصیریہ کے سلسلے میں:

فرقہ نصیریہ کے مذکورہ بالا عقائد واعمال سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس کا اسلام اور مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں، اس لیے کہ یہ لوگ تناسخ وحلول کے قائل ہیں، یہ اسلامی فرائض کو چھوڑتے ہیں اور اس کی تاویل بھی کرتے ہیں، یہ لوگ اسلام کے بارے میں ظاہر میں کچھ کہتے ہیں باطن میں کچھ اور چھپائے رہتے ہیں، زبان سے وہ ایسی باتیں کہتے ہیں جن کا وہ لوگ

(۱) الفصل فی الملل والاھواء والنحل: ۱۸۸/۴۔ (۲) اعتقادیات فرق المسلمین والمشرکین ص ۸۲۔
(۳) دائرۃ المعارف الاسلامیۃ، مادہ نصیری ص ۱۴۔ (۴) الحرکات الباطنیۃ فی العالم الاسلامی ص ۳۶۰۔
(۵) الحرکات الباطنیۃ فی العالم الاسلامی ص ۳۶۵۔ (۶) مجموع فتاوی ابن تیمیہ ج ۳۷ ص ۳۸۳۔

اعتقاد نہیں رکھتے ہیں، تناسخ وحلول کے عقیدہ کی بنا پر ان لوگوں نے بعث بعد الموت اور حساب وکتاب کا انکار کردیا اور اسلام کے ایک رکن کو ڈھا دیا، ان لوگوں نے حرام چیزوں کو مباح قرار دیا جیسے شرب خمر وزنا وغیرہ، یہ تمام چیزیں بلکہ ان میں سے صرف ایک ہی چیز ان کے اسلام کے مخالف ہونے کی دلیل ہے اور اسلام سے خارج کرنے اور کفر کی طرف لے جانے کے لیے کافی ہے۔ خاص طور سے آخرت کے دن پر ایمان تو ان ارکان ایمان میں سے ایک ہے جن پر ایمان رکھے بغیر کوئی مسلمان نہیں ہوسکتا۔

فرقہ نصیریہ کے سلسلے میں علماء کی رائے:

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی قبرستانوں میں ان کو دفن کرنا جائز نہیں اور نہ ہی ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، اس لیے کہ اللہ رب العالمین نے منافقین کی نماز جنازہ سے منع کیا، جیسے عبداللہ بن ابی اور اس جیسے لوگوں کی باوجود اس کے کہ یہ لوگ نماز زکوۃ اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد کرتے تھے اور زبان سے کوئی ایسی بات نہیں کہتے تھے جو اسلام کے مخالف ہو، اس لیے کہ یہ لوگ باطن میں کفر کو چھپائے ہوئے تھے، اللہ رب العالمین نے فرمایا: "ولا تصل على أحد منهم مات أبدا ولا تقم على قبره انهم كفروا بالله ورسوله وماتوا وهم فاسقون" (۱) اس میں کوئی شک نہیں کہ اس فرقہ کے ماننے والوں پر حد ارتداد نافذ کرنا اور ان سے جہاد کرنا عظیم اطاعت کے کاموں میں سے ہے۔

ہر مسلمان پر واجب ہے کہ ان کے بارے میں جو بھی بات جانتا ہو اسے نہ چھپائے بلکہ اسے ظاہر کرے تاکہ مسلمان ان کی حقیقت حال سے واقف ہوجائیں ایسا کرنا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے میں سے ہے۔

فرقہ نصیریہ اور مسلمان:

نصیریہ فرقے کے لوگ یہود ونصاری سے زیادہ مسلمانوں پر سخت ہیں، یہ لوگ مسلمانوں کے خلاف یہود ونصاری کی مدد کرتے ہیں، اس لیے مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ ان کی حقیقت کو جانیں اور ان سے دوستی نہ رکھیں۔ اللہ رب العالمین کا فرمان: "ومن يتولهم منكم فإنه منهم" (۲) سوائے اس شخص کے جو توبہ کرے اور حق کی طرف رجوع کرے اور اسلام میں صحیح طور پر داخل ہوجائے وہی مسلمانوں میں سے ہے۔ اس لیے کہ جو فرقہ ایمان کا انکار کرے وہ اللہ رب العالمین کے اس حکم میں آجاتا ہے "ومن يكفر بالايمان فقد حبط عمله وهو فى الآخرة من الخاسرين"۔ (۳)

☆☆☆

(۱) التوبہ: ۸۴۔ (۲) المائدہ: ۵۱۔

(۳) المائدہ: ۵۰۔

فارغین طلبہ سے ارباب جامعات کے روابط اور ان کے اثرات

افروز عالم ذکراللہ

مدارس اسلامیہ کے قیام کا یہ مقصد رہا ہے کہ وہ دینی علوم کی تعلیم وتعلم کا مرکز بنیں اور ایسے افراد تیار کیے جائیں جو مستقبل میں دینی علوم کے امین اور ترجمان ہوں، وہ اسلام کے مزاج، انسان کی ضرورت اور زمانہ کے تیور کو سمجھ سکیں، دین کی تفہیم وتشریح کی ذمہ داری قبول کریں اور اسلام کی تبلیغ کریں۔ مدارس وجامعات کی بنیاد کے پس پشت یہی جذبہ رہا ہے اور قرآن مجید کی اس آیت میں اس بات کی تعلیم ہے: ﴿فَلَوْلاَ نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُواْ فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُواْ قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُواْ إِلَيْهِمْ﴾ (۱) جن خوش قسمت لوگوں نے ہمارے معاشرے میں مدارس وجامعات کو عملی شکل دی اور جن لوگوں نے اب تک اسے نکھارا اور سنوارا ہے انہیں اسی آیت سے حوصلہ ملتا رہا ہے اور یہ حکم کسی سال یا صدی، کسی ملک یا مخصوص خطہ سے مقید نہیں بلکہ یہ ایک مسلسل عمل ہے جسے امت مسلمہ کے سامنے باقی رکھنا ہے: ﴿وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ﴾ (۲) تم میں ایک جماعت ہونی چاہئے جو بھلائی کی دعوت دیتی رہے۔

کسی بھی تعلیمی ادارہ میں تحصیل علم وکسب فیض کے بعد وہاں سے ایک مضبوط روحانی تعلق قائم ہوجاتا ہے جس کے اثرات آئندہ زندگی میں مختلف انداز سے سامنے آتے رہتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دعوت الی اللہ، امامت وخطابت، تعلیم وتربیت اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر وغیرہ جیسے مختلف میدانوں میں آپ تمام لوگوں کی ذمہ داری عظیم اور خطیر ہے۔ یہ اس لیے کہ اللہ نے آپ کو معلم ومرشد منتخب فرمایا ہے۔

آج فارغین مدارس سے ارباب مدارس کے روابط نہ کے برابر ہیں، ہم دوسرے تعلیمی اداروں کو دیکھیں گے تو ہم ان کے یہاں ان کے اپنے فارغین سے اچھے روابط پائیں گے، وہ لوگ خود اپنے فارغین کو کام کے مواقع اور معاش کے ذرائع فراہم کرتے ہیں اور ان کی صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں۔ دعوت وتبلیغ، درس وتدریس، امامت وخطابت، افتاء وارشاد، کمپیوٹر اور دیگر شعبوں میں اپنے ہی فارغین کو رکھتے ہیں جن سے ان کا ربط ان کے فارغین سے بنا رہتا ہے۔

اس سلسلے میں کرنے کے جو کام ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) امتیازی صلاحیت والے فارغین کو اعلی سے اعلی تعلیم دلانے کی کوشش کریں، ملک وبیرون ملک یونیورسٹیوں میں ان کا داخلہ یقینی بنائیں نیز اس کے بعد ان سے اچھے ربط رکھے جائیں، اس سے ان کی حوصلہ افزائی ہوگی، ہندوستان میں بہت

---

(۱) سورۃ التوبہ:۱۲۲۔

(۲) سورہ آل عمران:۱۰۴۔

سارے ادارے ہیں جو اپنے فارغین کی خبر گیری کرتے رہتے ہیں، ان کو اعلی تعلیم دلانے کے لیے کوشاں ہیں۔

(۲) مدارس میں دعوت وتدریس کی ٹریننگ کا نظم کیا جائے تا کہ وہ عمل کے میدان میں پختہ ہوکر جائیں، لیکن المیہ یہ ہے کہ فراغت کے بعد فارغین کے لیے اپنا مادر علمی اجنبی بن جاتا ہے اور وہاں اس کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا، ارباب مدارس ان کی ضیافت کا انتظام رکھیں اور ان کو اپنے مادر علمی میں عزت دی جائے۔

(۳) فارغین میں سے کچھ ایسے افراد جنہیں اللہ تعالی نے امتیازی صلاحیت دی ہے اور جن میں خدمت کا رجحان اور دین کی خاطر کچھ کرنے کا عزم ہو، ان منتخب طلبہ کو منتخب تعلیم گاہوں میں مزید چند برس ان کی ایسی تربیت کی جائے کہ وہ منجھے ہوئے پختہ کار عالم دین داعی بن جائیں، پوراوقت دینی کاموں، دینی علوم کی تحقیق، تصنیف وتالیف اور دین کی نشر واشاعت میں خرچ کریں۔ انہیں کارخانوں میں علم کی شمع روشن کرنے میں مصروف رکھیں۔

(۴) فارغ ہونے والوں میں سے اچھے طلبہ کو مضافات اور قرب وجوار میں جمعہ پڑھانے کے لیے بھیجیں، بھیجنے سے پہلے شعبۂ دعوت کو چاہئے کہ اپنے دعوتی شعبہ میں ایسے طلبہ کو رکھ کر ان کی رہنمائی کریں، موضوع متعین کرکے ان کو کتابیں بتائیں اور مکمل تیاری کے بعد ان کو بھیجیں، ان کو اس بات کی بھی نصیحت کریں کہ کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے ادارے کی شبیہ مجروح ہو اور جامعہ کو بدنامی کا سامنا کرنا پڑے۔

اس کا اثر یہ ہوگا کہ طالب علم اچھا خطیب اور مدرس بن جائے گا، اس کے اندر دعوتی جذبہ پیدا ہوگا اور دین کی روشنی دور تک پھیلے گی اور جامعات کا تعلق عوام سے مضبوط ہو جائے گا۔

(۵) ارباب جامعات کو طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لیے دوسرے اسکولوں یا دوسری جگہوں پر مسابقوں میں بھیجنا تا کہ ان کی حوصلہ افزائی ہو، طلبہ میں خود اعتمادی (Confidence) پیدا کرنا ان کا فرض ہے۔

(۶) فارغین میں سے کچھ منتخب افراد کو ارباب جامعات اپنی شاخوں میں بھیج دیں، جس کا فائدہ یہ ہوگا کہ جامعہ کا تعلق شاخ سے گہرا ہو جائے گا۔

میں جلسوں اور سیمینار کے انعقاد کا منکر نہیں، جلسہ (پروگرام) چھوٹا ہو یا بڑا، اسے بامقصد اور مفید ہونا چاہئے، ایک کروڑ یا نصف کروڑ میں عالمی کانفرنس یا سیمینار کرنے کے بجائے ایک لاکھ میں سو پروگرام کئے جائیں، بہت زیادہ مفید ہوں گے۔ اس میں پیسہ نہ صرف کرکے ان فارغین کے لیے جو دعوت دین میں لگے ہوئے ہیں وظیفہ مقرر کردیں۔

(۷) ارباب جامعات کو چاہئے کہ وہ اچھے طلبہ کو درس وتدریس، تصنیف وتالیف کا موقع فراہم کریں، ہر سال بہت سے ذہین طلبہ فارغ ہوتے ہیں، یہ طلبہ کہاں جاتے ہیں، اس کا کوئی پتہ نہیں، ارباب مدارس کو اپنے فارغین کو اپنے ادارے میں رکھنا بہت ضروری ہے، صلاحیتوں کے استعمال کرنے کا ہمارے یہاں اہتمام نہیں۔

(۸) آج انٹرنیٹ کے ذریعہ اہل علم کا ایک بہت بڑا طبقہ گمراہ ہو رہا ہے، اس لیے ارباب جامعات اپنے فارغین کو

کمپیوٹر بھی سکھلائیں تا کہ وہ لوگ اپنے دروس وخطبات سلفی ویب سائٹ بنا کر ڈال سکیں۔اور دوسرے چینلوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔

(۹)ارباب جامعات مسلسل یہ کوشش کریں کہ ان کے فارغین صحافتی خدمات انجام دینے کی صلاحیت رکھیں تا کہ اس کے ذریعہ دعوت کے میدان میں کامیابی حاصل کی جا سکے۔

ایک بات جسے کہنا ہی پڑتا ہے،اللہ کا ارشاد: ﴿لِلْفُقَرَاء الَّذِيْنَ أُحصِرُواْ فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ لاَ يَسْتَطِيْعُونَ ضَرْباً فِيْ الأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاء مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُم بِسِيْمَاهُمْ لاَ يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافاً وَمَا تُنفِقُواْ مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّهَ بِهِ عَلِيْمٌ﴾ (۱) خاص طور پر وہ تنگ دست حضرات جو تمہارے تعاون کے مستحق ہیں جو اللہ کی راہ میں اس طرح گھرے ہوئے ہیں کہ حصول معاش کے لیے بھاگ دوڑ نہیں کرتے،انجان شخص ان کی خودداری کو دیکھ کر سمجھتا ہے کہ وہ خوشحال ہیں،تم انہیں ان کے چہرے سے پہچان سکتے ہو،وہ لوگوں سے گڑگڑا کر نہیں مانگتے اور تم جو بھی مال خرچ کروگے اللہ اسے اچھی طرح جانتا ہے۔

اس لیے ارباب جامعات پر ضروری ہے کہ مدرسین ودعاۃ کو مناسب مشاہرہ دیں،تا کہ وہ خوشحالی سے زندگی گزر بسر کرسکیں،اور ایسا نہ ہو کہ کسی باصلاحیت عالم کی خدمت صرف اس لیے نہ لی جائے کہ اسے زیادہ مشاہرہ دینا پڑے گا اور اس کے مقابلہ میں معمولی تنخواہ پر کم درجے کے عالم کی تقرری کرلی جائے۔یہ قطعا صحیح نہیں ہے اور طلبہ کے حق میں مضر ہے۔عند اللہ اس کی باز پرس ہوگی۔

ارباب جامعات ان تمام باتوں پر توجہ دیں اور فارغین کی ذمہ داری بنتی ہے کہ درس وتدریس،دعوت وتبلیغ،افتاء وارشاد کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دیں اور قرآن وحدیث کے ذریعہ لوگوں کے مسائل کا صحیح حل پیش کریں،علم وعمل کو زندگی میں ترقی کا معیار بنائیں،اور احساس کمتری کا شکار نہ ہوں،فراغ کو مشاغل سے پر کریں،مطالعہ اور جانکاری کے شوق کو سرد نہ پڑنے دیں،انتشار وخلفشار سے بچیں اور اجتماعیت کے فیوض وبرکات سے فائدہ اٹھائیں،قومی،ملی،دینی اور دعوتی ذمہ داریوں کو فراموش نہ کریں۔

اللہ تعالی جامعات کو ہمہ جہت ترقی عطا کرے اور حاسدین وبدخواہوں کے شر سے محفوظ رکھے اور امت مسلمہ کے لیے نفع بخش بنائے،رب العالمین تمام فارغین کو جامعات سے جڑنے اور ان کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ارباب جامعات کو بصحت وعافیت رکھے اور ہم سب کو حسن قول وعمل کی توفیق بخشے،آمین۔

☆☆☆

(۱) سورۃ البقرۃ:۲۷۳۔

صحت وتندرستی

پلاسٹک کی رنگین تھیلیوں کے مضر اثرات

ڈاکٹر عبید الرحمٰن

پلاسٹک ایک پٹرو کیمیکل شئ ہے۔ پلاسٹک انجینئر خام مال مثلاً کول تار، پٹرول، لکڑی، نمک اور قدرتی گیس وغیرہ کے مواد کو نئی ترتیب دے کر پلاسٹک جیسی مصنوعی شئ تیار کرتے ہیں۔ اس مصنوعی شئ کا ہماری زندگی میں استعمال روز بروز بڑھتا جارہا ہے۔ پلاسٹک کے عام تھیلے یا پالی تھن یا پالی اتھیلین بیگ سے لے کر گھریلو سامان، کھلونے، بجلی کے آلات، ریڈیو، ٹی وی، کمپیوٹر، دروازے اور کھڑکیاں سب سے نمایاں پلاسٹک ہے۔ پلاسٹک کی تھیلیوں کا استعمال بھی بہت بڑھ چکا ہے۔ حالاں کہ پلاسٹک کی تھیلیاں عالمی بازار میں 80 کی دہائی کے آغاز میں ہی آئی ہیں مگر آج پوری دنیا میں ایسی تھیلیاں 500 بیلئن سے ایک ٹریلئن تک استعمال ہو رہی ہیں۔

پلاسٹک کی تھیلیوں میں رنگین تھیلیاں آج بہت عام ہو چکی ہیں۔ حالاں کہ پلاسٹک کی تھیلیوں پر ہندوستان کے علاوہ آسٹریلیا، بنگلہ دیش، آئرلینڈ، اٹلی، تائیوان اور جنوبی افریقہ وغیرہ میں پابندی عائد ہے مگر مختلف رنگوں کی پلاسٹک تھیلیاں خوب استعمال ہو رہی ہیں جن میں سرخ، زرد، سبز اور سیاہ بہت عام ہیں۔ جامنی اور نیلے رنگ کی پلاسٹک تھیلیاں بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔ ان رنگوں میں زہریلے کیمیائی اجزا ہوتے ہیں۔ ان میں لیڈ اور کیڈمئم ملائے جاتے ہیں۔ زیادہ تر رنگین تھیلیوں سے رنگ اترنے لگتا ہے جو اس تھیلے میں رکھی غذائی اشیاء کو متاثر کرتا ہے۔ ایسی غذائی اشیاء جسم میں ان خطرناک کیمیائی اجزا کو بھی پہنچادیتی ہیں۔ نتیجتاً مختلف اقسام کے امراض ظاہر ہوتے ہیں۔ ایسا صرف انسانوں کے ساتھ ہی نہیں ہوتا بلکہ جانوروں میں بھی ایسے حادثات رونما ہوتے ہیں۔ وہ گھاس کے ساتھ ایسی پلاسٹک کی تھیلیاں بھی کھا جاتے ہیں اور اکثر حالات میں موت کے شکار ہوتے ہیں۔ سرخ زرد اور سیاہ رنگین تھیلیوں میں سب سے زیادہ خطرناک ہیں کیوں کہ ان میں زہریلے کیمیائی اجزا کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔ ان میں لیڈ، کیڈمیئم، کاپر، کرومیئم جیسے کیمیائی اجزا ہوتے ہیں جو الرجی یا حساسیت کا سبب بنتے ہیں۔ سرخ رنگ کے لیے عموماً مرکیورک آکسائڈ، سبز کے لیے کاپر سلفٹ، سیاہ کے لیے لیڈ اور جامنی کے لیے کرومیئم آکسائڈ کا استعمال ہوتا ہے۔ یہ سب انسانی جلد، آنکھوں اور سانس کی نلی کو خاص طور پر متاثر کرتے ہیں، خارش پیدا ہوتی ہے اور پیشاب کی بیماری کا سبب بنتے ہیں۔ یہاں تک کہ کینسر جیسے خطرناک مرض کی بھی وجہ بن سکتے ہیں۔ یہ آسانی سے ڈھل نہیں سکتے۔ زمین میں پلاسٹک چوں کہ ایک طویل عرصہ تک سڑتا یا گلتا نہیں اور ایسا قیاس ہے کہ دس سے بیس ہزار سالوں تک یہ اپنی اصل

حالت میں قائم رہتا ہے لہذا زمین کی زرخیزی کو بُری طرح متاثر کرتا ہے۔

چھوٹے بچوں کو پلاسٹک کی رنگین تھیلیوں سے دور رکھنا چاہیے۔ یہ خیال رکھنا چاہیے کہ وہ انہیں منھ میں نہ ڈالیں اور نہ چبائیں ورنہ رنگ کے کیمیائی اجزا ان کے پیٹ میں پہنچ کر امراض پیدا کریں گے۔ اکثر بچے ایسی تھیلیوں سے چہرے کا ماسک بنا کر کھیلتے ہیں، جس سے ان کی سانس کی نلی پر خراب اثرات پڑتے ہیں۔

ایک سروے کے مطابق تقریبا 85 فیصد لوگ ایک ہفتہ میں پندرہ ایسی تھیلیوں کا استعمال کرتے ہیں جب کہ 50 فیصد دکاندار لگ بھگ 300 رنگین تھیلیوں کا ہفتہ بھر میں استعمال کرتے ہیں اور اسی عرصہ میں تقریباً 40 فیصد دکانوں میں 500 سے زائد ایسی تھیلیاں استعمال ہوتی ہیں۔ ایسی تھیلیوں کا استعمال پھلوں، سبزیوں اور دیگر غذائی اشیاء کو رکھنے کے لیے ہوتا ہے۔ اسی سروے سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ 80 فیصد لوگ ان پالی تھین بیگ کے مضر اثرات سے واقف ہیں مگر اس کے باوجود ان کے استعمال سے گریز نہیں کرتے۔ لہذا بہت ضروری ہے کہ سماج کی سطح پر اس سلسلہ میں مزید آگہی فراہم کی جائے۔ رنگین پلاسٹک کی تھیلیوں سے جلدی مرض Dermatitis پیدا ہوتا ہے۔ جن تھیلیوں میں مسام نہیں ہوتے انہیں چہرے پر ماسک کے طور پر لگانے سے حبسِ دم پیدا ہو جاتا ہے اور رنگ کے کیمیائی اجزا کا اثر سانس کی نلی پر پڑتا ہے جس سے پھیپھڑے متاثر ہوتے ہیں اور مرض پیدا کرتے ہیں۔

پالی تھین چوں کہ کاربن مرکب ہے لہذا کئی طرح سے صحت کو متاثر کرتا ہے۔ کیلشیم جو کہ رنگ کا ایک جز ہے، ہڈی کی بیماری کا باعث بنتا ہے، ساتھ ہی گردے اور شریان پر خراب اثر ڈالتا ہے۔

ان تمام حقائق کے پیش نظر یہ بہت ضروری ہے کہ ہم پلاسٹک کی رنگین تھیلیوں کا استعمال ترک کردیں اور سماج کے دیگر افراد کو بھی اس کی ترغیب دیں۔

(بشکریہ: سائنس سب کے لیے)

☆☆☆

عالم اسلام

ظل الرحمٰن سلفی رسنٹرل لائبریری جامعہ سلفیہ

اسلام مخالف طاقتوں کے خلاف اتحاد پیدا کریں: ڈاکٹر صالح بن عبدالعزیز: نئی دہلی: مورخہ ۱۵/فروری ۲۰۱۴ءکو سرزمین ہند پر وزیر برائے اسلامی امور واوقاف ودعوت وارشاد، سعودی عرب عزت مآب ڈاکٹر صالح بن عبدالعزیز آل الشیخ حفظہ اللہ کی تشریف آوری انتہائی خوش کن خبر ثابت ہوئی۔

ہندوستان کے صدر مقام دہلی میں اپنے خطاب کے دوران انہوں نے کہا کہ دور حاضر میں دنیا کے مسلمان جس قدر ترقی کی دوڑ میں پیچھے ہوتے جارہے ہیں اور سماجی، سیاسی، علمی اور معاشی اعتبار سے کمزور ہوتے جارہے ہیں۔ نیز اسلام مخالف طاقتوں کا شکار ہورہے ہیں۔ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلم قوم ترقی کی دوڑ میں آگے آئے۔ اور اپنی پسماندگی کو دور کرتے ہوئے اسلام مخالف طاقتوں اور تحریکات کا مقابلہ کرے۔ اس کے لیے سب سے پہلا کام یہ ہونا چاہئے کہ ہم مسلکی اختلافات سے اوپر اٹھ کر اپنی صفوں میں اجتماعیت اور اتحاد پیدا کریں۔ علاوہ ازیں وزیر موصوف نے سعودی عرب اور ہندوستان کے درمیان خوشگوار تعلقات پر روشنی ڈالی۔ (روزنامہ انقلاب: ۱۸/۲/۲۰۱۴ء)

اسلامی بینک کاری ہندوستان میں بھی زیر غور: مسلمانان ہند کے لیے یہ نہایت خوش آئند خبر ہے کہ ہندوستان میں اسلامی بینک کھولنے کی کوششیں مسلسل جاری ہیں۔ دراصل ہندوستان میں باقاعدہ اسلامی بینک کھولنے کے لائسنس دیئے جانے سے قبل اسلامی مالیات کو فروغ دینے اور اس کی منظّم تیاری ومنصوبہ بندی کے لیے ایک ادارہ قائم کرنے پر غور کیا جارہا ہے۔ اقلیتی امور کے وزیر کے رحمٰن خان کے بقول: اس ادارے کا قیام ایک اہم پہل ہے۔ ہمیں ان بینکوں کی شاخوں کے ذریعہ پیش کئے جانے والے مختلف مالیاتی اسکیموں کے لیے اصول وضابطے تیار کرنے ہوں گے۔ (اسلامی تجارہ: ۳/۲۰۱۴ء)

حج کونسل کے قیام کو منظوری: مرکزی کابینی وزیر کے رحمٰن خان قابل مبارکباد ہیں کہ انہوں نے حکومت ہند کے ذریعہ حج کونسل کے قیام کی منظوری حاصل کی۔ دہلی اسٹیٹ حج کمیٹی نے ملیشیا کے طرز پر حج کونسل کا قیام کرکے عازمین حج کو بڑی راحت فراہم کی ہے۔ خاص طور پر اس سے ان لوگوں کا فائدہ ہوگا، جو غریب ہیں اور ایک مشت رقم جمع نہیں کرسکتے، اس پروگرام کے تحت حکومت اور این جی او کے ذریعہ حکومت کے منظور شدہ معاشی ادارے میں حج کرنے کے خواہش مند حضرات ہر ماہ کچھ رقم جمع کرسکتے ہیں۔ اور جب وہ رقم حج کے اخراجات کے لیے پوری ہوجائے گی تو اسے سفر حج پر روانہ کردیا جائے گا۔ اور عازم حج کے قیام وطعام کا انتظام کیا جائے گا۔

اس سے ہر مسلمان کے حج کرنے کی تمنا پوری ہونے کے لیے ایک آسان راستہ کھل جائے گا اور غریب مسلمان بھی اس طریق کار سے مستفیض ہوکر زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوسکیں گے۔ (سنڈے انڈین: ۳/۲۰۱۴ء)

بچہ گود لینے کا اختیار: سپریم کورٹ: نئی دہلی: سپریم کورٹ نے اپنے ایک اہم فیصلے میں (چائلڈ رائٹ ایکٹ) کے تحت مذہبی اعتبار سے بچے کو گود لینے میں آنے والی رکاوٹوں کا ازالہ کرتے ہوئے کہا کہ مسلمان والدین بھی اگر چاہیں تو بچے کو گود لے سکتے ہیں۔

درحقیقت سپریم کورٹ نے جو فیصلہ دیا ہے کہ وہ لے پالک ایکٹ کے تحت دیا ہے۔ جس کی رو سے جو شخص گود لے رہا ہے وہ قانونی طور سے اس کا باپ، اس کی بیوی، اس کی ماں قرار دی جاتی ہے۔ تاہم اسلامی قوانین کی رو سے ولدیت وہی رہے گی جو درحقیقت اس کا باپ ہے۔ (خبرنامہ دہلی: ۳/۲۰۱۴ء)

☆☆☆

اخبار جامعہ

شیخ اسعد اعظمی استاذ جامعہ سلفیہ، رابطہ عالم اسلامی کے ممبر نامزد: رابطہ عالم اسلامی عالم اسلام کا سب سے موقر ادارہ ہے جس کی ہیڈ آفس مکہ مکرمہ میں واقع ہے، یہ ادارہ اپنی گوناگوں سرگرمیوں کی وجہ سے جانا پہچانا جاتا ہے، اس ادارہ کے متعدد شعبے ہیں اور ان شعبوں کے ممبران پوری دنیا سے منتخب کئے جاتے ہیں، اس بین الاقوامی ادارہ کے کسی بھی شعبہ کا ممبر منتخب ہونا بڑے اعزاز کی بات ہے اور یہ اعزاز الحمد للہ جامعہ سلفیہ کے فاضل استاذ شیخ اسعد اعظمی کو حاصل ہوا ہے جو رابطہ کا ایک شعبہ "الهيئة العالمية لعلماء المسلمين" (علماء کرام کا عالمی ادارہ) کے ممبر نامزد کئے گئے ہیں۔

اس سے پیشتر جامعہ سلفیہ بنارس سے ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری اور ڈاکٹر رضاء اللہ محمد ادریس رحمہم اللہ بھی رابطہ عالم اسلامی کے بعض شعبوں کے تاحیات ممبر رہے۔

اللہ تعالیٰ شیخ اسعد اعظمی کے لیے اس اعزاز کو بابرکت بنائے اور اسلام ومسلمانوں کی خدمت کی توفیق دے، آمین۔

جامعہ سلفیہ کا طالب علم عبداللہ زبیر عالم ۸ سال تک جیل میں بند رہنے کے بعد باعزت رہا: جامعہ سلفیہ بنارس کا ایک ہونہار طالب علم عبداللہ زبیر عالم جس کو ۳۱/جنوری ۲۰۰۶ء میں دہشت گردی کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا، کلکتہ کی عدالت نے اپنے ایک فیصلہ میں اس کو اس الزام سے بری کردیا، جس کے بعد اس طالب علم کی رہائی ۲۷/فروری ۲۰۱۴ء عمل میں آئی، اس خبر کو سن کر جامعہ سلفیہ کے ذمہ داران، اساتذہ وطلباء اور تمام انصاف پسند لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ رہائی کے بعد عبداللہ زبیر جامعہ سلفیہ میں اپنی تعلیمی سرگرمی دوبارہ جاری رکھنے کے لیے آئے۔ اس موقع پر مورخہ ۴/مارچ ۲۰۱۴ء کو مولانا عبداللہ سعود ناظم اعلیٰ جامعہ سلفیہ حفظہ اللہ نے ایک پریس کانفرنس کا انعقاد کیا، اور عبداللہ زبیر کو اخبار ومیڈیا کے روبرو کیا۔ عبداللہ نے اپنی آٹھ سالہ مظلومیت کی داستان اسیری سنائی۔ ناظم صاحب نے عبداللہ کی رہائی پر خوشی کا اظہار کیا اور اخبار والوں کو دکھایا کہ یہی وہ دہشت گرد ہے جس کی گرفتاری کے بعد جامعہ کو بدنام کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ الحمد للہ عبداللہ کی باعزت رہائی سے جامعہ پر لوگوں کا اعتماد بحال ہوگا۔ اس موقع پر مفتی عبدالباطن صاحب نے عبداللہ کو اس کی رہائی پر مبارکباد دی اور بے قصور مسلم نوجوانوں کی گرفتاریوں پر اپنی ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ پریس کانفرنس میں جامعہ کے صدر مولانا شاہد جنید، اساتذہ جامعہ اور شہر کے دوسرے معززین شریک ہوئے۔

ندوۃ الطلبہ کے تقریری وتحریری مقابلے: جامعہ سلفیہ بنارس کے طلباء کی انجمن ندوۃ الطلبہ ہر سال تعلیمی سال کے اختتام پر تقریری وتحریری مقابلے منعقد کرتی ہے جس میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے والے طلبہ کو انعامات سے نوازا جاتا ہے، تادم تحریر تحریری مقابلے کے لیے مقالے جمع کئے جاچکے ہیں جبکہ تقریری مقابلوں کا سلسلہ شروع ہونے کو ہے، آئندہ شمارہ میں مقابلوں کے نتائج شائع کئے جائیں گے، ان شاء اللہ۔

جامعہ سلفیہ میں سالانہ امتحان: جامعہ سلفیہ بنارس کے رواں تعلیمی سال کا سالانہ امتحان مورخہ ۵/مئی ۲۰۱۴ء مطابق ۵/رجب ۱۴۳۵ھ بروز سوموار شروع ہوکر مورخہ ۱۷/مئی ۲۰۱۴ء مطابق ۱۷/رجب ۱۴۳۵ھ بروز سنیچر ختم ہوگا۔ امتحان کی تیاری کے لیے بروز سوموار ۲۸/اپریل ۲۰۱۴ء تا ۴/مئی ۲۰۱۴ء اتوار اسباق بند رہیں گے۔ ☆☆

باب الفتاوی

سوال: حرمت رضاعت کب اور کتنا دودھ پینے سے ثابت ہوتی ہے؟ مفصل جواب سے نوازیں۔ کرم ہوگا۔

الجواب بعون اللہ الوھاب ومنہ الصدق والصواب:

اللہ رب العالمین نے اپنی آخری مقدس کتاب قرآن کریم میں ان عورتوں کے ضمن میں جن سے نکاح کرنا حرام ہے، فرمایا ہے کہ ﴿وأمهاتكم الّتى أرضعنكم وأخواتكم من الرضاعة﴾[النساء:۲۳] یعنی،اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور تمہاری دودھ شریک بہنیں تم پر حرام کردی گئی ہیں''۔

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان گرامی ہے:''الرضاعة تحرم ما تحرم الولادة'' (صحیح البخاری، ح:۵۰۹۹،سنن ابی داؤد، ح:۲۰۵۵،ترمذی، ح:۱۱۴۷) رضاعت وہ رشتے حرام کردیتی ہے جو رشتے ولادت حرام کرتی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح آدمی کے لیے نسباً ماں، بہن، بیٹی، پھوپھی، خالہ، بھتیجی اور بھانجی سے نکاح کرنا حرام ہے، اسی طرح رضاعی ماں، بہن، بیٹی پھوپھی وغیرہ سے حرام ہے۔

رضاعی ماں اور بہن سے نکاح کی حرمت تو قرآن مجید کی نص صریح سے ثابت ہے، اور باقی سے احادیث صحیحہ سے حرام ہے۔ رضاعت کا حکم صرف اس آدمی کے لیے ہے جس نے دودھ پیا ہے، اس کے بھائی بہنوں کے لیے نہیں، کیونکہ رضاعت متعدی نہیں ہوتی۔ حافظ ابن حجرؒ اپنی مایہ ناز تصنیف (فتح الباری ۹/۴۲-۱۴۱) میں رقمطراز ہیں:''ولا يتعدى التحريم إلى أحد من قرابة الرضيع فليست أخته من الرضاعة أختا لأخيه ولا بنتاً لأبيه إذ لا رضاع بينهم، والحكمة فى ذلك أن سبب التحريم ما ينفصل من أجزاء المرأة وزوجها وهو اللبن، فإذا اغتذى به الرضيع صار جزء ا من أجزائهما فانتشر التحريم بينهم، بخلاف قرابات الرضيع لأنه ليس بينهم وبين المرضعة ولا زوجها نسب ولا سبب، والله أعلم''۔

ترجمہ: دودھ پینے والے بچے کے قریبی رشتہ داروں کی طرف حرمت متعدی نہیں ہوتی۔ اس دودھ پینے والے بچے کی رضاعی بہن اس کے بھائی کی رضاعی بہن نہیں ہے، اور نہ اس کے باپ کی بیٹی ہے۔ اس لیے کہ ان کے درمیان رضاعت نہیں ہے۔ اور اس میں حکمت یہ ہے کہ حرمت کا سبب وہ دودھ ہے جو عورت اور اس کے خاوند کے رشتہ سے بنتا ہے۔ اور جب دودھ پینے والا بچہ اس دودھ کے ذریعہ غذا حاصل کرتا ہے تو گویا وہ ان دونوں کے اس رشتہ کا ایک جزو ہوتا جاتا ہے۔ اور اسی بنا پر ان کے درمیان حرمت قائم ہوجاتی ہے۔ دودھ پینے والے بچے کے قریبی رشتہ داروں تک یہ سلسلہ دراز نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ ان کے درمیان اور دودھ پلانے والی (عورت) اور اس کے خاوند کے درمیان نہ نسبی رشتہ ہے اور نہ رضاعی۔

تقریباً اسی طرح کی بات مشہور فقیہ علامہ ابن قدامہ مقدسیؒ نے اپنی مایہ ناز تصنیف ''المغنی، ج:۱۱،ص:۳۱۸،۳۱۹'' کے اندر اور علامہ ابن المنذر رحمہ اللہ نے ''الإقناع، ج:۱،ص:۳۰۸'' کے اندر اور علامہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی قنوجیؒ نے ''الروضۃ الندیہ، ج:۲،ص:۲۵'' کے اندر فرمائی ہے۔

لہذا وہ اولاد جن کا تعلق آپس میں رضاعت کا ہے۔ ان کے دیگر بہن بھائیوں کا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ازدواجی تعلق قائم ہوسکتا ہے۔ شرعاً کوئی مانع موجود نہیں ہے۔

☆ اب رہی بات کہ کتنا دودھ پینے اور کب پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے، تو اس بارے میں واضح ہو کہ اگر بچے کو اس کی حالت شیر خوارگی میں اس طرح دودھ پلایا گیا ہو کہ وہ اس کے بدن کی غذا بن جائے خواہ کسی طرح بھی پلایا جائے تو اس سے حرمت ثابت ہوجائے گی۔ رسول اکرم ﷺ کا فرمان گرامی ہے:''إنما الرضاعة من المجاعة'' (صحیح مسلم، کتاب الرضاع: باب إنما الرضاعة

من المجاعة، ح:۱۴۵۵) یعنی رضاعت بھوک سے ثابت ہوگی''۔

یعنی جس رضاعت سے بچے کی بھوک دور ہو جائے وہ باعث حرمت ہے، اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لا يحرم من الرضاعة إلا ما فتق الأمعاء في الثدي، وكان قبل الفطام''(سنن الترمذی، باب ما جاء أن الرضاعة لاتحرم الا فی الصغر دون الحولین، ح:۱۱۵۲) یعنی جس رضاعت سے آنتیں بھر کر ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں، اور یہ مدت رضاعت سے پہلے ہو۔

دودھ پینے کی مقدار کے معاملہ میں محدثین کی اکثریت اس بات کی طرف گئی ہے کہ ایسے دودھ کی تعداد پانچ مرتبہ دودھ پینا ہے۔ اس کی دلیل وہ مشہور حدیث ہے جسے امام مسلمؒ نے اپنی صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ قرآن مجید میں دس بار دودھ پینے سے حرمت رضاعت کا جو حکم نازل ہوا تھا وہ پانچ بار دودھ پینے کے حکم کے ذریعہ منسوخ کر دیا گیا۔ اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت حرمت رضاعت سے متعلق یہی پانچ بار دودھ پینے کا حکم موجود تھا۔

اور رسول اللہ ﷺ کا ایک دوسرے مقام پر یہ ارشاد گرامی ہے کہ ''لا تحرم المصة والمصتان''(صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب فی المصة والمصتان، ح:۱۴۵۰) یعنی ایک مرتبہ یا دو مرتبہ دودھ پینا حرمت ثابت نہیں کرتا۔

صحیح مسلم میں ایک روایت اس طرح ہے کہ: ''عن أم الفضل قالت: دخل أعرابى على نبي الله ﷺ وهو فى بيتى، فقال: يا نبى الله! إني كانت لي امرأة فتزوجت عليها أخرى، فزعمت امرأتى الأولى أنها ارضعت امرأتى الحدثى رضعة أورضعتين، فقال نبى الله ﷺ: "لا تحرم الإملاجة والإملاجتان''(صحیح مسلم، کتاب الرضاع: باب فی المصة والمصتان، ح:۱۴۵۱) یعنی: حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ میرے گھر تشریف فرما تھے، اس نے کہا: ''اے اللہ کے نبی! میری ایک بیوی ہے، میں نے اس پر دوسری عورت سے شادی کی ہے، اور میری پہلی بیوی کا دعویٰ ہے کہ اس نے اس عورت کو ایک یا دو بار دودھ پلایا ہے جس سے میں نے دوسری شادی کی ہے، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ایک یا دو بار دودھ پینا حرام نہیں کرتا''۔

اوپر کی تفصیلات سے کئی باتیں معلوم ہوئیں مثلا:

۱- ثبوت رضاعت کے لیے مدت رضاعت (دو سال کے اندر اندر) میں دودھ پینا ضروری ہے۔ جیسا کہ اوپر مذکور (صحیح مسلم، ح:۱۴۵۵)، اور سنن ترمذی، ح:۱۱۵۲) کی احادیث سے واضح ہوتا ہے۔

۲- ثبوت رضاعت کے لیے کم سے کم پانچ مرتبہ دودھ پینا ضروری ہے۔ (یعنی بچہ ایک مرتبہ پستان منھ میں لے کر دودھ چوستا ہے پھر اپنی مرضی سے بغیر کسی عارضے کے چھوڑ دے تو یہ ایک مرتبہ ہے اس طرح پانچ دفعہ اگر کسی بچے کے بارے میں ثابت ہو جائے کہ اس نے کسی عورت کا دودھ پیا ہے تو وہ عورت اس کی رضاعی ماں ہوگی، اور اس عورت کی بیٹی اس کی رضاعی بہن ہوگی۔ اور رضاعت کے احکام لاگو ہوں گے)۔ جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث نمبر:۱۴۵۰ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔

۳- رضاعت کا حکم صرف اس آدمی کے لیے لاگو ہوگا جس نے دودھ پیا ہے، اس کے بھائی بہنوں کے لیے نہیں، کیونکہ رضاعت متعدی نہیں ہوتی۔ جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ کی عبارت جو کہ (فتح الباری ۹/۱۴۱) میں موجود ہے، سے معلوم ہوتا ہے۔ اس مسئلہ کو مزید تفصیل معلوم کرنا ہو تو ملاحظہ فرمائیں: المغنی لابن قدامہ، ج:۱۱ص:۳۱۸، ۳۱۹، الاقناع، ج:۱ص:۳۰۸، و دیگر کتب تفسیر و حدیث و فقہ وغیرہ

ھذا ما عندی واللہ أعلم بالصواب	الجواب صحیح
ابو عفان نور الہدیٰ عین الحق سلفی و مالدہی	مولانا علی حسین سلفی
جامعہ سلفیہ، بنارس	استاذ جامعہ سلفیہ بنارس